Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس　مفتی محمد امجد　حکیم محمد فیضان　غفار الحق

فی شمارہ..............25 روپے

سالانہ..............300 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچٹرا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270　فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....مسائلِ حج پر ایک عظیم الشان فقہی مجلسِ مذاکرہ.........مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن(سورہ بقرہ قسط۳۲، آیت نمبر۴۳)....... نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا...............// // ۸

درسِ حدیث .... جمعہ کے دن مختلف سورتوں کے فضائل..............// // ۱۲

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ جمادی الاولیٰ: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں..........مولوی طارق محمود ۱۸

نیک اور ایک ہونے کی ضرورت..مفتی محمد رضوان ۲۵

بجلی کی لوڈ شیڈنگ..// // ۴۱

طہارت(پاکی) اور نجاست(ناپاکی) کا بیان..........................عبدالواحد قیصرانی ۴۲

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام(قسط۷)....................مفتی محمد امجد حسین ۴۵

اولاد کی تربیت کے آداب(قسط۲).....................................مفتی محمد رضوان ۵۰

مکتوباتِ مسیح الامّت (بنام محمد رضوان)(قسط۱۳)..................ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان ۵۳

مدرسہ سے مقصود رضائے الٰہی ہے..// // ۵۸

علم کے مینار..... پاکستان میں قرأت کی تاریخ...قاری حبیب الرحمان بروایت مولانا محمد امجد حسین ۶۰

تذکرۂ اولیاء:.. صحابیٔ رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ(چوتھی وآخری قسط)...انیس احمد حنیف ۶۶

پیارے بچو! .... جھوٹ بولنے کا انجام...................حکیم محمد فیضان ۷۱

بزمِ خواتین .... زیب وزینت کی شرعی حیثیت اور حدود...................مفتی ابوشعیب ۷۴

آپ کے دینی مسائل کا حل.......... موبائل اور ڈیجیٹل تصویر کا حکم..........ادارہ ۷۹

کیا آپ جانتے ہیں؟.......... سوالات وجوابات..........ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۵

عبرت کدہ .... حضرت ابراہیم علیہ السلام(قسط۱۰)..............مولوی طارق محمود ۹۰

طب وصحت..........لُو لگنا(SUN Stroke)......................حکیم محمد فیضان ۹۴

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..........................مولانا محمد امجد حسین ۹۶

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں.................ابرار حسین ستی ۹۷

Quranic Prayers During Manses...// // ۱۰۰

Idara Ghufran

اداریہ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** مفتی محمد رضوان

مسائلِ حج پر ایک عظیمُ الشان فقہی مجلسِ مذاکرہ

مؤرخہ ۱۳، ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ بمطابق 1، 2 مئی 2007ء بروز منگل وبدھ جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں ایک عظیمُ الشان فقہی مجلسِ مذاکرہ ومشاورہ منعقد ہوئی، جس کا اہتمام جامعہ ھٰذا کے منتظمین، خصوصاً جامعہ کے رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم نے کیا تھا۔

اس مجلس کے انعقاد کا اعلان جامعہ کی طرف سے کافی پہلے ہوچکا تھا اور جامعہ کی طرف سے مجلس میں شرکت کے لیے بڑی تعداد میں مندوبین کو شرکت ومقالات کی تیاری کے سلسلہ میں دعوت نامے بھی جاری ہوچکے تھے۔

یہ مجلس دراصل ایک فقہی مذاکرہ ومشاورہ کے طور پر منعقد کی گئی تھی، جس میں حج سے متعلق بعض اہم مسائل پر اجتماعی غور وفکر ہونا تھا۔

اس مجلس کے لیے جن مسائل پر اہلِ علم اور خاص کر اربابِ افتاء ودار الإفتاء کو غور وفکر اور مقالات پیش کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ وہ مجموعی اور بنیادی طور پر دو مسائل تھے:

(۱)...... موجودہ زمانے میں حجاجِ کرام کے لیے منیٰ ومزدلفہ میں قصر واقامت اور ان مقامات کے اقامت کے سلسلہ میں مکہ شہر کے تابع ہونے نہ ہونے کا مسئلہ۔

(۲)...... حجاجِ کرام کی بڑی تعداد اور رَش کے زمانہ میں دس ذی الحجہ کو حج کے تین اہم اعمال (رمی، قربانی، حلق یا قصر) میں ترتیب کے واجب ہونے نہ ہونے کا مسئلہ۔

اور اسی دوسرے مسئلہ کے ضمن میں سعودی بینک سے حج کی قربانی کرانے کے جائز وناجائز ہونے کا مسئلہ بھی تھا''

اگرچہ رمضانُ المبارک میں حنبلی مسلک سے تعلق رکھنے والے وہ امام کہ جو وتروں میں دوسری رکعت پر سلام پھیر دیتے ہیں، اُن کی اقتداء میں حنفی مسلک سے تعلق رکھنے والے مقتدی کی نماز کے درست ہونے نہ ہونے کے مسئلہ پر بھی اس مجلس میں بحث کا امکان تھا، لیکن وقت کی تنگی اور مقالات کی کثرت کے باعث یہ مسئلہ زیرِ بحث نہیں آسکا۔

Idara Ghufran

البتہ پہلے دو مسائل پر مجلس میں بحث ہوئی۔

مجلس میں شریک ہونے والے مندوبین کی تعداد تقریباً ۵۸ علمی شخصیات پر مشتمل تھی، جن میں ملک بھر کے علاوہ چار مندوبین بیرون ملک ''جنوبی افریقہ، بنگلہ دیش، مکہ مکرمہ'' سے بھی تشریف لائے تھے۔

مکہ مکرمہ، سعودی عرب سے مولانا سیف الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ صولتیہ، اور مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب، بنگلہ دیش سے مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی صاحب اور جنوبی افریقہ سے مولانا مفتی رضاء الحق صاحب نے شرکت فرمائی۔

ملک کی معروف فقہی شخصیات میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کے علاوہ صوبہ سرحد، پنجاب، بلوچستان اور سندھ چاروں صوبوں کے اہم مدارس و دینی اداروں سے علمی شخصیات نے مجلس کو رونق بخشی۔

مندوبین کی آمد و رفت اور قیام و طعام کا جامعہ کی طرف سے عمدہ اور قابلِ قدر انتظام کیا گیا، اور مہمانوں کے استقبال اور ضیافت میں غیر معمولی اکرام مشاہدہ میں آیا، جس پر جامعہ کے کارکنان، وخدام خصوصاً جامعہ کے صدر محترم اور مفتی امداد اللہ صاحب قابلِ صد مبارک بادی کے مستحق ہیں۔ اللّٰھم زِد فزِد.

اس فقہی مجلس کا انعقاد جامعہ کے قریب مدرسۃ البنات کے ذیلی ہال میں کیا گیا تھا، جہاں جملہ مندوبین و شرکاء کی نشستوں کو سلیقہ کے ساتھ نامزد کر کے متعین کیا گیا تھا، اور ہر شریک کو گفتگو کرنے کے لیے مستقل مائیک کی سہولت مہیا کی گئی تھی۔

اس مجلس کی پہلی نشست یکم مئی بروز منگل صبح نو بجے منعقد ہوئی، جس کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا۔

جس کے بعد جامعہ کے صدر جناب حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب نے مجلس کے انعقاد کی ضرورت و اہمیت پر مختصر روشنی ڈالی اور مندوبین کی دور دراز سے شرکت و تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

بحث میں حصہ لینے کا نظم یہ رکھا گیا تھا کہ:

مجلس کے منتظمین کی طرف سے مقالہ نگار حضرات کے مقالوں کے موقف و مدعا کو اجمالی انداز میں یک جا جمع کر لیا گیا تھا، جس کے لیے منتظمِ مجلس کی طرف سے نمبروار نام کے ساتھ ان کا متعلقہ مسائل پر دعویٰ پیش کر کے متعلقہ شخصیت کو اپنے موقف پر مختصر زبانی روشنی ڈالنے کا موقع فراہم کیا جاتا تھا۔

پہلی نشست میں یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا، ظہر تک یہ مجلس جاری رہی، ظہر کے بعد طعام وآرام کا وقت فراہم کیا گیا اور دوسری نشست شام پانچ بجے منعقد ہوکر بعد عشاء تک جاری رہی، درمیان میں نمازوں کے اوقات میں نماز بھی باجماعت ادا کی گئی۔

اس مجلس کی تیسری اور آخری نشست اگلے روز صبح نو بجے منعقد ہوئی جو ظہر تک جاری رہی۔

اس مجلس میں صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خانصاحب نے بھی شرکت فرمائی، اور چند کلمات ارشاد فرمائے۔

چونکہ مجلس میں زیرِ بحث آنے والے مسائل پر شرکاء کے موقف میں اختلاف تھا، اس لیے ایسے موقف کو نکالنا مشکل معلوم ہو رہا تھا جس پر تمام شرکاء کا اتفاق ہوسکے۔

غیر معمولی غور وفکر کے بعد چند اکابرین کی مشاورت سے ایک دس رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی، جس میں باہم مختلف موقف رکھنے والی شخصیات کو بطورِ خاص رکھا گیا تھا، اس کمیٹی میں قابلِ ذکر شخصیت حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی تھی۔

دس رکنی اس کمیٹی نے کافی غور وخوض کے بعد زیرِ بحث مسائل پر اپنی طرف سے تحریر مرتب کر کے شرکاء کی خدمت میں پیش کی؛ جسے تمام شرکاء کو پڑھ کر سنایا گیا اور تھوڑی بہت ترمیم واضافہ کے بعد کمیٹی کی طرف سے اس کو حتمی شکل دیدی گئی۔

پہلے مسئلہ پر کیونکہ غیر معمولی اختلاف تھا، اور اس میں کچھ اُمور کی علمی اور واقعاتی تحقیق کی بھی ضرورت تھی، اس لیے اس مسئلہ کو اُن علمی اور واقعاتی تحقیق مکمل ہونے پر معلق چھوڑ دیا گیا، اور کمیٹی نے یہ بھی طے کیا کہ منیٰ، مزدلفہ کے مکہ کی آبادی کے ساتھ تعلق واتصال اور وہاں کا عرف معلوم کرنے کے لیے ایک وفد وہاں بھیجا جائے گا، جو بعد مشاہدہ ومعائنہ اپنی رائے سے جلد ہی آگاہ کرے گا، جس کے بعد اس رائے کو شرکاء کی خدمت میں ارسال کر دیا جائے گا۔

اور دس ذی الحجہ کے اعمال کی ترتیب کے متعلق مندجہ ذیل قرارداد دس رکنی کمیٹی کی مشاورت سے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنے قلم سے تحریر فرمائی:

رمی، ذبح اور حلق میں ترتیب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے اور باقی حضرات کے نزدیک سنت، لہٰذا تمام حجاج کے لیے ضروری ہے کہ وہ حتی الامکان اس ترتیب کا پورا لحاظ رکھیں

، بالخصوص ذبح سے پہلے حلق نہ کریں کیونکہ نصِ قرآنی:

''وَ لَا تَحۡلِقُوۡا رُءُ وۡسَکُمۡ حَتّٰی یَبۡلُغَ الۡهَدۡیُ مَحِلَّـهٗ''

اس کو بالکل ناجائز قرار دیتی ہے، اوراس غرض کے لیے حج کے گروپس کو تاکید کی جائے کہ وہ اپنے گروپ کے لوگوں کے لیے قربانی کا انتظام کریں تاکہ قربانی یقینی طور پر حلق سے پہلے ہو، تاہم اگر کسی شخص سے ناواقفیت یا کسی شدید عذر کے تحت مذکورہ بالا ترتیب کی مخالفت (ہو) تو وہ توبہ واستغفار کرے اور صاحبِ وسعت ہو تو دم بھی دے، البتہ جو غریب حاجی اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو، اس کے لیے صاحبین اور جمہور کے مذہب پر عمل کی گنجائش ہے''

نیز اس کمیٹی کی طرف سے سعودی بینک سے (دمِ تمتع، وقران) کے متعلق بینک کے ذمہ داران اور آزاد ذرائع سے ان کی قربانی کے طریقۂ کار سے متعلق چند اُمور کی تحقیق کرنے لئے چند سوالات مرتب کئے گئے۔ اوران اُمور کی تحقیق ہونے تک اس سلسلہ میں مزید کوئی حتمی فیصلہ کرنے سے اجتناب کیا گیا۔

البتہ اس مجلس میں مناقشہ کی تشنگی اکثر شرکاء کو باقی رہی۔

اور اس طرح یہ دوروزہ بابرکت فقہی مجلسِ مذاکرہ حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کی مبارک ومؤثر دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

جامعہ کی طرف سے مندوبین کو اس فقہی مجلسِ مذاکرہ کے اختتام پر قیمتی کتابوں وغیرہ کی شکل میں تحائف بھی پیش کئے گئے۔

یہ مجلس اس اعتبار سے قابلِ قدر تھی کہ کم از کم میری یادداشت کی حد تک ہمارے ملک میں ایک بڑے علمی ودینی ادارہ کی طرف سے وسیع پیمانہ پر منعقد کی گئی یہ پہلی مجلس تھی، جس میں اکابرین کی خدمت سے اصاغرین کو استفادہ کا موقع ملا، اور کس مپرسی اور انتشار وافتراق کے دور میں علماء کو باہم مذاکرات کی دولت نصیب ہوئی۔

اگر اس قسم کی مجالس کا ملکی سطح پر وقتاً فوقتاً انعقاد ہوتا رہے اور مجلس کے کام کو مؤثر بنانے کے لیے ایک لائحۂ عمل مرتب کرلیا جائے تو بہت سے پیچیدہ اور الجھے ہوئے مسائل کے حل ہونے میں مدد اور سہولت حاصل ہوسکتی ہے۔

تاہم بندہ کو اس مجلس میں شریک ہوکر اس قسم کی فقہی مجلسِ مذاکرہ کے کام کو مؤثر ومفید اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے جو ترتیب ذہن میں آئی وہ ذیل میں عرض کی جاتی ہے:

اس قسم کی مجلسِ مذاکرہ کے لیے پہلے سے چند فقہی ذوق رکھنے والے اکابرین و محققین پر مشتمل چندرکنی کمیٹی تشکیل دیدی جائے جو جملہ مقالہ نگار حضرات کے مقالہ جات کو اپنے موقف سے قطع نظر کرتے ہوئے ملاحظہ کرکے ان کے دعوے اور دلائل کا خلاصہ جمع کرے اور پھر اس کمیٹی کے تجویز کردہ طریقہ کے مطابق قابلِ تحقیق و تنقیح نکات پر بحث ومناقشہ کی شرکاء کو دعوت دی جائے اور پھر یہی کمیٹی مناقشہ اور بحث و تمحیص کے بعد قرارداد تحریر کرکے شرکاء کی خدمت میں پیش کرے۔

اس طریقۂ کار پر عمل کرنے سے بندہ کے خیال میں تضییعِ اوقات اور کئی دیگر قابلِ احتراز اُمور سے حفاظت کے ساتھ ساتھ کام کے تام اور عام ہونے میں کافی حدتک مدد حاصل ہوسکتی ہے، اور تھوڑے وقت میں زیادہ کام ہوسکتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت کے پیچیدہ واہم مسائل پر امت کو اجتماعی غور وفکر کے لئے زیادہ سے زیادہ مؤثر ومفید مواقع نصیب فرمائیں۔ واللہ اعلم

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۳۲، آیت نمبر۴۳)

مفتی محمد رضوان

نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (۴۳)

ترجمہ: ’’اور قائم کرو تم نماز کو، اور ادا کرو زکاۃ کو، اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ‘‘

(ترجمہ ختم)

تفسیر وتشریح

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں اور احسانات یاد دلا کر ایمان اور نیک عمل کی دعوت دی ہے، پچھلی تین آیتوں میں ایمان وعقائد سے متعلق ہدایات تھیں، اور اب اس کے بعد نیک اعمال کی تلقین ہے اور نیک اعمال میں جو اعمال زیادہ اہمیت کے حامل ہیں ان کا ذکر ہے۔

نماز قائم کرنے کا حکم

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ’’قائم کرو تم نماز کو‘‘

صلاۃ کے معنیٰ

عربی میں ’’صلاۃ‘‘ چند معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کے ایک معنیٰ دعا کے ہیں اور ایک معنیٰ رحمت کے ہیں اور ایک معنیٰ مدح وثناء کے ہیں اور مختلف نسبتوں سے اس کے معنیٰ مختلف ہوجاتے ہیں، اور شریعت کی زبان میں مخصوص عبادت کو ’’صلاۃ‘‘ کہا جاتا ہے، جسے فارسی زبان اور ہماری بول چال میں ’’نَماز‘‘ کہا جاتا ہے۔ [1]

نماز قائم کرنے کا مطلب

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی نماز کی جتنی مرتبہ تاکید بیان کی گئی ہے وہ ایک دو جگہ کے علاوہ ’’اقامت‘‘

---

[1] یاد رہے کہ نَماز دراصل فارسی کا لفظ ہے، جس میں نون کے اوپر زبر ہے (زیر نہیں، جیسا کہ لوگ نِماز، زیر کے ساتھ بولتے ہیں) فارسی زبان میں اس کے لغوی معنیٰ، پرستش اور نیازمندی وخدمت گاری کے آتے ہیں (غیاثُ اللغات صفحہ ۵۳۱)
اور فارسی واُردو زبان کی عام بول چال ومحاورہ میں اس لفظ کو بول کر عربی والی ’’صلاۃ‘‘ یعنی مخصوص عبادت مراد لی جاتی ہے۔
فلااشكال اطلاق هذااللفظ على الصلاة الاصطلاحى، كما يعترض بعض الناس.

کے لفظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

اقامت کے لفظی معنیٰ سیدھا کرنے اور ثابت رکھنے کے ہیں۔

اور جو ستون یا دیوار یا درخت وغیرہ سیدھا کھڑا ہوتا ہے، وہ قائم اور مضبوط بھی ہوتا ہے، اس کے گرنے کا خطرہ کم ہوتا ہے، اس کے برخلاف جو درخت یا دیوار سیدھی نہیں ہوتی، بلکہ کسی ایک طرف کو جھکی ہوئی ہونے کی وجہ سے ٹیڑھی ہوتی ہے، اس کے گرنے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے، اس لیے اقامت کے معنیٰ کسی چیز کو قائم ودائم کرنے کے بھی آتے ہیں۔

قرآن وسنت کی خاص زبان میں اقامتِ صلاۃ یعنی نماز کو قائم کرنے کے معنیٰ ہیں''

''نماز کو اُس کے وقت میں، پابندی واخلاص کے ساتھ، اس کی پوری شرائط وآداب کی رعایت کر کے ادا کرنا''

صرف نماز پڑھ لینے کا نام اقامتِ صلوٰۃ یعنی نماز قائم کرنا نہیں ہے اور نماز کے جتنے فضائل اور آثار وبرکات قرآن وحدیث میں آئے ہیں وہ سب اقامۃِ صلوٰۃ کے ساتھ مشروط ومقید ہیں۔

مثلاً قرآن مجید میں ایک موقع پر ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ (سورۃ عنکبوت آیت نمبر ۴۵)

یعنی ''بے شک نماز انسان کو بے حیائی اور بُرے کاموں سے روک دیتی ہے''

نماز کا یہ اثر اسی وقت ظاہر ہوگا جبکہ نماز اپنی شرائط وآداب کی رعایت کر کے اخلاصِ نیت کے ساتھ اسی طرح ادا کی گئی ہو جن کا ابھی ذکر ہوا، اس لیے بہت سے نمازیوں کو بُرائیوں اور بے حیائیوں میں مبتلا دیکھ کر اس آیت پر کوئی شبہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ ان لوگوں نے نماز پڑھی تو ہے مگر نماز کو قائم نہیں کیا (معارف القرآن عثمانی بتغیر)

زکاۃ ادا کرنے کا حکم

اٰتُوا الزَّكٰوۃَ ''ادا کرو زکاۃ کو''

عربی میں ''زکوٰۃ '' کے لغوی معنیٰ دو آتے ہیں (۱) پاک کرنا (۲) بڑھنا۔

اور شریعت کی خاص زبان میں مال کے اُس حصے کو زکاۃ کہا جاتا ہے جو شریعت کے احکام کے مطابق کسی مال میں سے نکالا جائے اور شریعت کے مطابق ہی خرچ کیا جائے۔

اس عبادت کا نام زکاۃ رکھنے سے اس طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ زکاۃ ادا کرنے سے مال گندگی اور میل کچیل سے پاک ہوجاتا ہے اور اس میں برکت بھی ہوتی ہے، خواہ ظاہری ہو یا باطنی اور معنوی۔

مذکورہ آیت میں خطاب موجودہ بنی اسرائیل کو ہے اور سورۂ مائدہ کی آیت نمبر۱۲ سے ثابت ہے کہ نماز اور زکوٰۃ بنی اسرائیل پر بھی فرض تھی۔ [1]

اگرچہ ہماری اور بنی اسرائیل کی نماز کی کیفیت اور ہیئت وغیرہ میں فرق ہو (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

جماعت کی تاکید

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ''اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ''

عربی میں ''رکوع'' کے لغوی معنیٰ ''جھکنے'' کے ہیں، اور اس معنیٰ کے اعتبار سے یہ لفظ سجدہ کے لیے بھی بولا جاسکتا ہے کیونکہ سجدہ میں بھی جھکا جاتا ہے، بلکہ سجدہ میں رکوع سے زیادہ جھکا جاتا ہے۔

لیکن شریعت کی خاص زبان واصطلاح میں رکوع سے مراد نماز کا وہ رکن ہے جو نماز میں مشہور ومعروف ہے، اور قیام وسجدہ کے درمیان ادا کیا جاتا ہے۔

یہاں نماز کا ایک رکن بول کر پوری نماز مراد لی گئی ہے، جیسے قرآن مجید میں ایک جگہ ''قُرْاٰنَ الْفَجْرِ'' (سورہ بنی اسرآءیل آیت نمبر ۷۸) فرما کر پوری فجر کی نماز مراد لی گئی ہے؛ اس لیے ''رکوع کرو رکوع کرنے والوں سے ساتھ'' کا مطلب یہ ہوگیا کہ ''نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ''

یہاں ایک بات قابلِ غور یہ ہے کہ نماز کے تمام ارکان میں سے اس آیت میں خاص رکوع کا ذکر کیوں کیا گیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ یہودیوں کی نماز میں سجدہ وغیرہ تو تھا، مگر رکوع نہیں تھا؛ رکوع دینِ اسلام کی نماز کی خصوصیات میں سے ہے، اس لیے ''راکعین'' کے لفظ سے حضور ﷺ کی امت کے نمازی مراد ہوں گے، جن کی نماز میں رکوع بھی ہے؛ اس طرح پوری آیت کا مطلب یہ ہوجائے گا، کہ تم نماز وہ والی پڑھو جو امتِ محمدیہ کے ساتھ خاص ہے، اور اس میں رکوع بھی ہے، جس کا طریقہ یہودیوں کے لیے یہ ہے کہ پہلے اسلام لائیں پھر جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں اور مسلمانوں کے لیے یہ ہوگا کہ جماعت کے ساتھ

[1] وہ آیت یہ ہے: وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ . وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا. وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ. لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ الخ (سورة مائدة آيت نمبر ۱۲)

نماز ادا کریں۔

جماعت سے نماز پڑھنے کا درجہ

نماز کا حکم اور اس کا فرض ہونا تو لفظ ’’اَ قِیْمُو ا الصَّلٰوۃَ ‘‘ سے معلوم ہو چکا تھا، اس جگہ ’’مَعَ الرَّا کِعِیْنَ‘‘ کے ذریعہ سے نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک مرد کو بلا عذر جماعت کے بغیر نماز جائز ہی نہیں، اور بعض حضرات کے نزدیک جماعت سے نماز پڑھنا واجب، جبکہ بعض حضرات کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے جو کہ واجب کے قریب ہے۔

اور ان تمام حضرات کی طرف سے اپنے اپنے موقف پر دلائل موجود ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ جماعت کی تاکید اور اس کی اہمیت پر تمام اہلِ علم حضرات کا اتفاق ہے، جس میں بلا عذر کوتاہی کرنا کسی طرح بھی روا نہیں۔ اس لیے جماعت ترک کرنا خصوصاً اس کی عادت بنا لینا سخت نقصان دہ اور خسارے کی بات ہے

(معارف القرآن عثمانی جلد ۱ صفحہ ۲۱۴، ۲۱۵، بتغیر)

مشورہ واستخارہ کے فضائل واحکام

مشورہ واستخارہ کی فضیلت واہمیت، مشورہ کرنے اور دینے والے اور مشورہ کئے جانے والے کاموں کے اصول وآداب، اور مشورہ پر مرتب ہونے والے فوائد ومنافع۔

مسنون استخارہ کا طریقہ، استخارہ کے مسائل، استخارہ کے نتیجہ اور ثمرہ کی تحقیق، غیر شرعی استخارے اور استخارہ کے متعلق رائج منکرات وبدعات پر تفصیلی کلام

قرآن، حدیث، صحابہؓ کرام، فقہائے عظام، محدثین اور اکابرین علماء وحکماء کے حوالہ جات کی روشنی میں مدلّل ومفصّل ابحاث

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ناشر: اِدارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

جمعہ کے دن مختلف سورتوں کے فضائل

جمعہ کے دن احادیث وروایات میں مختلف قسم کی سورتوں اور مختلف اذکار واوراد پڑھنے کے فضائل وارد ہوئے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يُّكْثِرَ فِيْ يَوْمِهَا وَلَيْلَتِهَا مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالْاَذْكَارِ وَالدَّعْوَاتِ وَالصَّلَاةِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَيَقْرَءَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِيْ يَوْمِهَا قَالَ الشَّافِعِي فِيْ كِتَابِ الْاُمِّ وَاَسْتَحِبُّ قِرَاءَ تَهَا اَيْضًا فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ (الاذکار النووية)

ترجمہ: ’’اور مستحب ہے جمعہ کے دن اور رات میں قرآن مجید کی تلاوت کی کثرت کرنا اور اذکار کی کثرت کرنا اور دعا کی کثرت کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی کثرت کرنا اور مستحب ہے جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرنا، امام شافعی رحمہ اللہ نے کتابُ الام میں فرمایا کہ میں جمعہ کی رات میں بھی سورہ کہف کی تلاوت کرنے کو مستحب سمجھتا ہوں‘‘ (ترجمہ ختم)

ذیل میں جمعہ کے دن احادیث وروایات میں وارد مختلف سورتوں کے پڑھنے کے فضائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱)......سورہ کہف پڑھنے کی فضیلت

جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کی کئی روایات میں مختلف قسم کی فضیلت آئی ہے اور بزرگانِ دین، اور اکابرینِ امت کا جمعہ کے دن اس سورت کو پڑھنے کا معمول اور اہتمام رہا ہے۔

(۱)......ایک روایت میں جمعہ کے دن سورہ کہف کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی گئی ہے:

مَنْ قَرَءَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اَضَآءَ لَهٗ مِنَ النُّوْرِ مَابَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ

(الجامع الصغير للسيوطی ج ٦ رقم حديث ٨٩٢٩. بحواله حاكم فی المستدرک، بيهقی فی

Idara Ghufran

السنن عن ابی سعید : تصحیح السیوطی صحیح) ۱

ترجمہ: ''جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھ لیتا ہے اس کے لئے اس جمعہ سے آنے والے جمعہ کے درمیان (پورے ہفتہ تک) ایک نور روشن رہے گا'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دل روشن اور منور رہے گا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جمعہ کے دن اس سورت کے پڑھنے کی برکت سے مرنے کے بعد ایک ہفتہ کی مقدار میں اس کی قبر میں خاص روشنی رہے گی (تفسیر انوار البیان ج۵ ص۴۵۴، بتغیر)

(۲)......ایک روایت میں جمعہ کے دن سورہ کہف کی فضیلت اس طرح آئی ہے:

مَنْ قَرَءَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَضَاءَ لَهُ النُّوْرُمَابَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ

(الجامع الصغير للسيوطى ج ۶ رقم حديث ۸۹۳۲. بحواله بيهقى فى شعب الايمان عن ابى سعيد: تصحيح السيوطى حسن، كنزالعمال ج ۱ رقم حديث ۲۵۹۸، الترغيب والترهيب ج ۱ ص ۲۹۷ وكشف الخفاء للعجلونى ج ۲ ص ۳۵۶) ۲

ترجمہ: ''جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھ لے اس کے لئے اس کی جگہ اور بیتُ العتیق (یعنی خانہ کعبہ) کے درمیان ایک نور روشن ہو جاتا ہے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: گویا کہ جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے والے کا اللہ تعالیٰ کے خاص گھر ''بیتُ اللہ'' سے خاص نور کے واسطہ سے رشتہ قائم ہو جاتا ہے، جو ایمان کے پختہ اور اللہ تعالیٰ کا خاص قُرب حاصل ہونے کی نشانی ہے۔

(۳)......ایک حدیث میں حضور ﷺ نے سورہ کہف اور اس کو جمعہ کے دن پڑھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلَااُخْبِرُكُمْ بِسُوْرَةٍ مَلَأَعَظْمَتُهَامَابَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلِكَاتِبِهَا مِنَ الْاَجْرِمِثْلُ ذَالِكَ وَمَنْ قَرَأَ هَايَوْمَ الْجُمُعَةِ غُفِرَلَهُ مَابَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرىٰ وَزِيَادَةُ

---

۱ قال الامام المنذرى رواه النسائى والبيهقى مرفوعاً والحاكم مرفوعاً وموقوفاً ايضاً وقال صحيح الاسناد (الترغيب والترهيب ج ۱ ص ۲۹۷)

۲ قال المنذرى : وفى اسانيدهم كلهاالا الحاكم ابوهاشم يحيى بن دينار الرمانى والاكثرون على توثيقه وبقية الاسناد ثقات ، وفى اسناد الحاكم الذى صححه نعيم بن حماد ويأتى الكلام عليه وعلى ابى هاشم (الترغيب والترهيب ج ۱ ص ۲۹۸)

ثَلاثَةِ اَيَّامٍ وَمَنْ قَرَأَ الْخُمُسَ الْاَوَاخِرَ مِنْهَا عِنْدَ نَوْمِهٖ بَعَثَهُ اللّٰهُ اَىَّ اللَّيْلِ شَاءَ ؟ سُوْرَةُ اَصْحَابِ الْكَهْفِ (الجامع الصغير للسيوطى ج ۳رقم حديث ۲۸۶۲. بحواله ابن مردويه عن عائشة ،كنزالعمال ج ۱ رقم حديث ۲۵۹۵،ورقم حديث ۲۶۰۲)

ترجمہ: ''کیا میں تم کو ایک ایسی سورت کی اطلاع نہ دے دوں جس کی عظمت سے زمین اورآسمان کا درمیانی حصہ پُر اور بھرا ہوا ہے،اوراس سورت کے لکھنے والے کے لئے بھی اتنا ہی اجر ہے (جو آسمان اورزمین کے حصہ کو بھردے) اور جو شخص اس سورت کو جمعہ کے دن پڑھ لے اس کے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک بلکہ مزید تین دن کے (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور جو شخص اس سورت کی آخری پانچ آیتوں کوسوتے وقت پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کو جس وقت وہ چاہے گا نیند سے بیدارفرمادیں گے،اوروہ عظیم سورت سورہ کہف ہے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث سے جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کی یہ فضیلت معلوم ہوئی کہ اس کی وجہ سے پورے ایک ہفتے بلکہ تین اضافی دنوں کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں،اوراس کی آخری دوآیتوں کی ایک تاثیر اورخوبی یہ ہے کہ اگرسونے سے پہلے انہیں پڑھ لیا جائے تو جس وقت کوئی جاگنا چاہے،اس کی برکت سے اس وقت پر اللہ دن اس کو جگادیتے ہیں،علامہ مناوی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ لکھنے سے مراد قرآن یا تعویذ میں لکھنا ہے۔ [۱]

(۴)......بعض روایات میں ہے کہ

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِىْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ سَطَحَ لَهٗ نُوْرٌ مِّنْ تَحْتِ قَدَمِهٖ اِلٰى عَنَانِ السَّمَاءِ يُضِيْئُى لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَغُفِرَ لَهٗ مَابَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ (كنزالعمال ج ۱ رقم حديث ۲۶۰۵ بحواله ابن مردوية عن على كذا فى كشف الخفاء للعجلونى ج ۲ ص ۳۵۶ تحت مَن، وقال المنذرى : رواه ابوبكربن مردويه فى تفسير باسناد لاباس به .الترغيب والترهيب ج ۱ ص ۲۹۸)

ترجمہ: ''جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرلے اس کے قدم کے نیچے سے لے کر آسمان کی بلندی تک نورہوجائے گا، جو قیامت کے دن روشنی دے گا،اور پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک اس کے (صغیرہ) گناہ معاف ہوجائیں گے'' (ترجمہ ختم)

---

[۱] (مابين السماء والارض ولكاتبها)فى مصحف اولوح اوتميمة(فيض القدير للمناوى ج۳،حرف الهمزة)

فائدہ: اس روایت سے جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کی یہ فضیلت معلوم ہوئی کہ اس کی برکت سے پڑھنے والے کے قدم کے نیچے سے آسمان کی بلندی تک نور اور روشنی ہوجاتی ہے، جو اس کے لئے قیامت کی اندھیریوں میں روشنی کا کام دے گی، مذکورہ تمام روایات کو ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کی روشنی عالمِ دنیا، عالمِ برزخ اور عالمِ حشر تینوں میں ظاہر ہوگی، سبحان اللہ، امام ابن کثیر نے اس روایت کو موقوف قرار دیا ہے (معارف القرآن ج۵ ص۵۳۴)

(۵)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ قَرَأَ الْكَهْفَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَهُوَ مَعْصُوْمٌ اِلٰى ثَمَانِيَةٍ مِنْ كُلِّ فِتْنَةٍ تَكُوْنُ فَاِنْ خَرَجَ الدَّجَّالُ عُصِمَ مِنْهُ (كنزالعمال ج ۱ رقم حديث ۲۶۰۴ بحواله ابن مردويه عن على)

ترجمہ: ''جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھ لے وہ آٹھ روز تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا، اور اگر دجال نکل آئے تو یہ اس کے فتنہ سے بھی محفوظ رہے گا'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: دجال کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہوگا جمعہ کے دن یہ سورت پڑھنا دجال کے فتنہ اور دوسرے ہفتہ کے درمیان رونما ہونے والے فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

ایک روایت میں جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کی فضیلت کے ضمن میں مختلف امراض مثلاً برص، کوڑھ پن، اور جنون وغیرہ سے حفاظت کا ذکر بھی ہے، لیکن اس روایت کو موضوع قرار دیا گیا ہے۔ [۱]

بعض روایات میں سورہ کہف کی فضیلت کے ضمن میں جمعہ کے دن کا اور بعض میں جمعہ کی رات کا ذکر آیا ہے، اس لئے بعض اہلِ علم نے فرمایا کہ جن روایات میں دن کا لفظ ہے، وہاں دن میں رات بھی داخل ہے، اور جن روایات میں رات کا لفظ ہے وہاں اس میں دن بھی داخل ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سورہ کہف پڑھنے کی فضیلت جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن کسی بھی وقت پڑھنے سے حاصل ہوجائے گی۔ [۲]

---

[۱] چنانچہ علامہ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عن ابن عباس رفعه من قرأ سورة الكهف ليلة الجمعة اعطى نورا من حيث قرأها الى الجمعة الاخرى وفضل ثلاثة ايام وصلى عليه سعبون الف مرة ملك حتى يصبح وعوفى من الداء والدبية وذات الجنب والبرص والجذام والجنون وفتنة الدجال . فيه اسماعيل كذاب واخران مجروحان (تذكرة الموضوعات ،كتاب العلم،باب فضل القرآن والنظرفيه الخ)

[۲] قال المناوى : كذا وقع فى روايات يوم الجمعة وفى روايات ليلة الجمعة ويجمع بان المراد اليوم بليلته والليلة بيومها (فيض القدير ج ٦)

المراد فى ليلة الجمعة ويومها لاستحباب قراء تها فيهما (ايضاً ج ٦)

(۲)......سورۂ دخان پڑھنے کی فضیلت

کئی روایات میں جمعہ کے دن اور بطورِ خاص جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھنے کی عظیم الشان فضیلت آئی ہے:

(۱)......حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ صلی اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الدُّخَانَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اَوْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجُمُعَةِ

(معجم طبرانی بحوالہ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶، ص ۱۴۵، جامع صغیر ج ۲ رقم حدیث ۸۹۴۱ بحوالہ طبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ تصیحیح السیوطی حسن و کنزالعمال ج ۱ رقم حدیث ۲۶۳۴)

ترجمہ: ''جو شخص جمعہ کی رات یا دن میں سورۂ دخان پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائیں گے'' (ترجمہ ختم)

(۲)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''**مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الدُّخَانَ فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهٗ**'' (جامع ترمذی ج۲، ص۱۱۷) (جامع صغیر ج ۲ رقم حدیث ۸۹۳۹ بحوالہ نسائی عن ابی ہریرۃ تصحیح السیوطی ضعیف)

ترجمہ: ''جو شخص جمعہ کی رات میں سورۂ دخان پڑھے گا اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے'' (ترجمہ ختم)

(۳)......حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَنْ قَرَأَ الدُّخَانَ فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ اَصْبَحَ مَغْفُوْرًا لَهٗ وَزُوِّجَ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ'' (سنن الدارمی ج۲، ص ۵۵۰ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ: ''جو شخص جمعہ کی رات میں سورۂ دخان پڑھے گا وہ اس حال میں صبح کرے گا کہ اس کے گناہ معاف ہو چکے ہوں گے، اور اس کا نکاح حورِ عین سے کرایا جائے گا'' (ترجمہ ختم)

(۴)......حضرت عبداللہ بن عیسیٰ (م۱۳۲ھ) فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ:

مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الدُّخَانَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِيْمَانًا وَّتَصْدِيْقًا بِهَا اَصْبَحَ مَغْفُوْرًا لَهٗ (سنن الدارمی ج۲، ص ۴۴۹)

ترجمہ: ''جو شخص جمعہ کی رات میں ایمان ویقین کے ساتھ سورۂ دخان پڑھے گا وہ اس حال میں کرے گا کہ اس گناہ معاف ہو چکے ہوں گے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: ایک روایت میں ہے کہ جو شخص اس سورۃ کو شبِ جمعہ میں پڑھے گا تو صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے اسکے لئے دعائے مغفرت کریں گے (الترغیب والترہیب جلد ا صفحہ ۲۹۸)

پہلی روایت میں جمعہ کے دن یا رات میں سورہ دخان پڑھنے کی فضیلت اور اس کے بعد والی روایات میں جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھنے کی فضیلت کا ذکر ہے۔

اس لیے بہتر تو یہی ہے کہ جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھی جائے لیکن اگر کوئی دن کے وقت بھی پڑھ لے تب بھی اُمید ہے کہ پہلی روایت کے پیشِ نظر فضیلت سے محرومی نہیں ہوگی۔

بعض دیگر سورتوں کے فضائل

ایک روایت میں حضور ﷺ جمعہ سے کے دن سورہ یٰسین پڑھنے کی فضیلت اس طرح منقول ہے:

مَنْ قَرَءَ سُوْرَةَ يٰسٓ فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَلَهٗ (الترغيب والترهيب ج ا ص۲۹۸ بحواله اصبهانی)

ترجمہ: ''جو سورہ یٰسین شبِ جمعہ میں پڑھے گا اس کی مغفرت کر دی جائے گی'' (ترجمہ ختم)

ایک ضعیف روایت میں جمعہ کے دن سورہ آلِ عمران کی فضیلت اس طرح منقول ہے:

مَنْ قَرَءَ السُّوْرَةَ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا آلُ عِمْرَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهٗ حتى تَجِبَ الشَّمْسُ (جامع صغير ج ٦ رقم حديث ۸۹۲۸ بحواله طبرانی فی الكبير عن ابن عباس) [۱]

ترجمہ: ''جو شخص سورہ آلِ عمران کو جمعہ کے دن پڑھے گا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتے ہیں اور اس کے لیے فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے''

ایک روایت میں جمعہ کے دن سورہ ھود پڑھنے کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ هُوْدٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (جامع صغير ج ۲ رقم حديث ۱۳۴۳ بحواله بيهقى فى شعب الايمان عن كعب مرسلا تصحيح السيوطى صحيح)

ترجمہ: ''تم جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھو'' (ترجمہ ختم)

---

[۱] قال ابن حجر وفيه طلحة بن زيد ضعيف جدا بل نسب للوضع وخبر ابى داؤد عن الحبر من قرء سورة يٰس والصافات ليلة الجمعة اعطاه الله سؤله وفيه انقطاع وخبر ابن مردويه عن كعب يرفعه اقرءوا سورة هود يوم الجمعة قال ابن حجر مرسل سنده صحيح (فيض القدير شرح جامع صغير رقم حديث ۸۹۳۲)

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ جمادی الاولیٰ: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۰۱ھ**: میں شیخ المحدثین حضرت ابوالحسن علی بن عاصم بن صہیب القرشی التیمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت ۱۰۷ھ میں ہوئی، حصین بن عبدالرحمٰن، بیان بن بشر، یحییٰ البکاء، عطاء بن السائب، سلیمان التیمی، یزید بن ابی زیاد اور لیث بن ابی سلیم رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، یزید بن زریع، علی بن المدینی، احمد بن حنبل، علی بن الجعد اور محمد بن حرب رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، فرماتے ہیں کہ جب میں طلبِ علم کے لئے جانے لگا تو مجھے میرے والد صاحب نے ایک لاکھ درہم دیئے اور فرمایا کہ تو طلبِ علم کے لئے جا اور میں تیرا چہرہ اس وقت تک نہ دیکھوں جب تک تو ایک لاکھ حدیثیں نہ لے آئے (یاد رہے کہ اس زمانے میں آج کی طرح احادیث کتب کی شکل میں موجود نہیں تھیں بلکہ ایک ایک حدیث کے لئے لمبے لمبے سفر کرنا پڑتے تھے) (سیر اعلام النبلاء ج۹ص ۲۶۱، طبقات ابنِ سعد ج۷ص ۳۱۳، تہذیب الکمال ج۲۰ص ۵۱۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۰۲ھ**: میں حضرت ابو یحییٰ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اصلاً ''خوارزم'' کے رہنے والے تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: یزید بن ابی بردہ، اعمش، سفیان ثوری اور سفیان بن عیینۃ رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابوبکر، محمد بن خلف الحدادی، حسن بن علی الخلال، احمد بن عمر الوکیعی اور ابو کریب رحمہم اللہ (تہذیب التہذیب ج۶ص ۱۰۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۰۳ھ**: میں حضرت ابوداؤد عمر بن سعد الحفری الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ''حفر کوفہ کے اندر ایک مقام کا نام ہے'' مالک بن مغول، مسعر بن کدام، صالح بن حسان، بدر بن عثمان اور سفیان ثوری رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام احمد بن حنبل، محمود بن غیلان، اسحاق بن منصور اور علی بن حرب رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، حکایت کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ جماعت کی نماز میں دیر سے تشریف لائے، تو آپ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے پاس اس کپڑے کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہیں تھا جس میں میں نماز پڑھتا، میں نے یہ کپڑا اپنی بیٹیوں کو دیا پہلے انہوں نے اس میں نماز پڑھی، اس کے بعد میں نے یہ کپڑا ان سے لیا اور تمہارے پاس آیا، علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

IdaraGhufran

میں نے کوفہ میں آپ جیسا عبادت گذار کسی کو نہیں دیکھا، ابو محمد ون طیب المقری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابوداؤد الحفری کو دفن کیا اور ان کے دروازے کو کھلا چھوڑ دیا کیونکہ ان کے گھر میں کچھ ساز وسامان تھا ہی نہیں، آپ کی عمر ۷۰ سال کے قریب تھی (سیراعلام النبلاء ج ۹ ص ۴۱۷،تہذیب الکمال ج ۲۱ ص ۳۶۳، تھذیب التھذیب ج۷ص ۳۹۷)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۰۳ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن بشر بن الفرافصۃ بن المختار العبدی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، اسماعیل بن ابی خالد، ہشام بن عروہ، عبیداللہ بن عمر العمری، یزید بن زیاد بن ابی الجعد اور اعمش رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، علی بن المدینی، ابوبکر بن ابی شیبہ، اسحاق بن راہویہ، ابوکریب اور محمد بن عبداللہ بن نمیر رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تھذیب التھذیب ج ۹ ص ۶۴، طبقات ابنِ سعد ج ٦ ص ۳۹۴)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۰۵ھ**: میں ابومحمد روح بن عبادہ بن العلاء بن حسان بن عمرو القیسی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ہشام بن حسان، اشعث بن عبدالملک الحمرانی، عوف الاعرابی اور حسین المعلم رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، امام احمد، علی، اسحاق، ابنِ نمیر، بندار، احمد بن سعید الرباطی، زہیر بن محمد المروزی اور ابواسحاق الجوزجانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کا شمار بڑے محدثین میں ہوتا تھا، اصلاً آپ کا تعلق بصرہ سے تھا، اس کے بعد آپ بغداد تشریف لے آئے، اور ایک مدت تک آپ یہاں حدیث کی تعلیم دیتے رہے، اس کے بعد دوبارہ بصرہ لوٹ گئے، علمِ حدیث میں سنن واحکام کی ترتیب پر آپ نے کتب تصنیف کیں (سنن کتبِ حدیث کی وہ قسم ہے جس میں فقہی ترتیب پر احکامِ شرعیہ پر مشتمل احادیث جمع کی جاتی ہیں) اور مفسرین وسلف کے تفسیری اقوال کو جمع ومرتب کیا (سیراعلام النبلاء ج ۹ ص ۴۰۲،تہذیب الکمال ج ۹ ص ۲۴۵، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۲۷،تذکرۃ الحفاظ للذھبی ج ۱ ص ۳۵۰،العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۶۵)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۰۶ھ**: میں حضرت ابوسلیمان داؤد بن المحبر بن قحذم بن سلیمان بن ذکوان الطائی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے، امام شعبہ اور حماد بن سلمہ رحمہما اللہ آپ کے استاد ہیں، محمد بن اسحاق رحمہ اللہ اور بہت سے مشائخ آپ کے شاگرد ہیں، بغداد میں وفات ہوئی (الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیہ للتقی الغزی ج ۱ ص ۲۷۸،تہذیب التہذیب ج۳ص ۱۷۴،تہذیب الکمال ج۸ ص۴۴۷، المنتظم ج۳ص ۲۵۸)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۰۷ھ**: میں ابوطلحہ طاہر بن حسین بن مصعب بن زریق الخزاعی رحمہ اللہ کی وفات

ہوئی، بعض مورخین نے شاندار الفاظ میں آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: وہ عزم وحوصلہ مندی اور حسن رائے میں یکتائے زمانہ اور عبقری شخصیت تھی، مامون نے اپنے بھائی امین کے مقابلے پر (لشکر دے کر) اسے بھیجا، پس اس نے مامون کو فتح مند کر دیا اور امین کو قتل کر دیا اور ایک سال تک مامون کا ندیم خاص رہا اور مامون نے اسے خراسان کا والی بنا کر بھیجا، پس وہ خراسان جانے کے لئے پر تول ہی رہا تھا کہ دفعۃً موت نے آن لیا، اور وہ جوانمردی کے کمالات کے ساتھ ادب وفصاحت اور خطابت میں بھی بلند مقام رکھتا تھا، قائدانہ خصوصیات کا حامل، بارعب شخصیت، سخی دل اور ہر دلعزیز انسان تھے (العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۲۶)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۱۱ھ**: میں حضرت ابو یحییٰ زکریا بن عدی بن زریق بن اسماعیل التیمی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابواسحاق الفزاری، ابن المبارک، عبید اللہ بن عمرو الرقی اور حماد بن زید رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: اسحاق بن راہویہ، بخاری، عبداللہ بن ابی شیبہ اور عبداللہ الدارمی رحمہم اللہ، آپ کے والد پہلے یہودی تھے اس کے بعد اسلام قبول کیا، ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رحمہما اللہ آپ کے پاس تشریف لائے اور ان سے عرض کیا کہ ہمیں عبیداللہ بن عمران کی احادیث کا مجموعہ دکھایئے تاکہ ہم اس سے حدیثیں حاصل کریں، آپ نے فرمایا کہ تم کتاب کے ساتھ کیا کرو گے میں تم کو ساری احادیث زبانی سنا دوں گا، عباسی خلیفہ مامون کے دورِ خلافت میں بغداد میں وفات ہوئی (تہذیب التہذیب ج۳ص ۲۸۶، سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص ۴۴۴، تہذیب الکمال ج۹ ص ۳۶۸ "وقیل مات فی سنۃ ۲۱۲ھ طبقات ابن سعد ج۶ ص ۴۰۷)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۱۳ھ**: میں ابوعثمان عمرو بن عاصم بن عبیداللہ بن الوازع الکلابی القیسی البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اپنے دادا عاصم بن عبیداللہ اور شعبہ، حماد بن سلمہ، ہمام بن یحییٰ، جریر بن حازم، حرب بن سریج اور سلیمان بن المغیرہ رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری، احمد بن اسحاق السرماری، ابوبکر الجحابی، حسن بن علی الخلال، ابوخیثمہ اور ابوداؤد السجزی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تہذیب التہذیب ج۸ ص ۵۲)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۱۴ھ**: میں حضرت ابوعمرو معاویہ بن عمرو بن المہلب بن عمرو الازدی البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اسرائیل، جریر بن حازم، زائدہ بن قدامۃ، عبدالرحمٰن المسعودی اور فضیل بن مرزوق رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری، ابوبکر بن ابی شیبہ، یحییٰ بن معین، ابوخیثمہ، عمرو بن الناقد اور احمد بن منیع رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی ولادت ۱۲۸ھ میں

ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۰ ص ۲۱۵، تہذیب الکمال ج۲۸ ص ۲۰۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۲۱ھ**: میں حضرت ابوحاتم بشر بن حاتم الرقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بصرہ میں رہتے تھے، عبیداللہ بن عمرو رحمہ اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی (التاریخ الکبیر للبخاری ج۲ ص ۷۲)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۲۴ھ**: میں حضرت ابوعمر شہاب بن عباد العبدی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، حمادین، ابراہیم بن حمید الرواسی، جعفر بن سلیمان الضبعی، خالد بن عمرو القرشی اور محمد بن حسن بن ابو یزید الہمدانی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری، مسلم، ابوعبیدۃ بن ابی السفر، احمد بن حنبل، علی بن المدینی اور عباس العنبری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابنِ عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ لوگوں میں سے بہترین شخص تھے (تہذیب التہذیب ج۴ ص ۳۲۳، تہذیب الکمال ج ۱۲ ص ۵۷۵، مغانی الاخیار لبدر الدین العینی ج ۲ ص ۳۵)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۲۸ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ نعیم بن حماد المروزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوعبداللہ الخزاعی کے نام سے مشہور تھے، اور مصر میں رہتے تھے، ابراہیم بن طہمان، عیسیٰ بن عبید الکندی، خارجہ بن مصعب، ابن المبارک اور ہشیم رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری، دارمی، ابوحاتم اور بکر بن سہل الدمیاطی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۴۲۰)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۲۹ھ**: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن بشر بن کثیر الحریری الاسدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، معاویہ بن سلام (آپ ابوالخطاب کے نام سے مشہور تھے) سعید بن منصور، سعید بن عبدالعزیز اور ولید بن مسلم رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، مسلم، عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی، عثمان بن خرزاذ، محمد بن ابی شیبہ اور بقی بن مخلد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، عباسی خلیفہ مامون کے دورِ خلافت میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۶۴۷، طبقات ابن سعد ج۶ ص ۴۱۲، تھذیب الکمال ج ۳۱ ص ۲۴۳ "وقیل مات فی سنۃ ۲۲۷ھ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۶۶")

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۳۱ھ**: میں ابوتمام حبیب بن اوس بن الحارث بن قیس الطائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ایک بلند پایہ اور مشہور شاعر تھے، پہلے آپ نصرانی تھے اس کے بعد اسلام قبول کیا، عباسی خلیفہ ھارون الرشید کے دورِ خلافت میں ولادت ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۶۷)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۳۶ھ**: میں حضرت ابومعمر اسماعیل بن معمر بن الحسن الہذلی القطیعی الہروی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے، ابراہیم بن سعد، ابنِ علیۃ، ہشیم، ابنِ عیینۃ، ابنِ ادریس

Idara Ghufran

اورعبداللہ بن معاذ الصنعانی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی ، امام بخاری ، مسلم ، ابوداؤ د ، صاعقہ ، بقی بن مخلد الذہلی اور عبداللہ بن احمد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تھذیب التھذیب ج ا ص ۲۴۰ ، التاریخ الصغیر للبخاری ج ۲ ص ۳۳۶ ، سیراعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۷ ، الاکمال لابنِ ماکولا ج ۲ ص ۳۹ ، طبقات ابنِ سعد ج ۷ ص ۳۵۹ ، تھذیب الکمال ج ۳ ص ۲۳ ، تذکرۃ الحفاظ للذھبی ج ۲ ص ۴۷۲ ، التعدیل والتجریح للباجی ج ا ص ۳۴۲ ، طبقات الحفاظ ج ا ص ۳۹)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۳۹ھ : میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن یوسف الباہلی البلخی الحنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا ، آپ مشہور فقیہہ اور ماوراء النہر (وسطی ایشیا کے شہر) بلخ کے مفتی تھے ، آپ نے فقہ کی تعلیم امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے حاصل کی ، امام مالک ، حماد بن زید ، شریک ، خالد بن عبداللہ رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی ، امام نسائی ، محمد بن کرام ، حامد بن سہل بخاری ، جعفر بن محمد بن محمد بن سوار ، محمد بن عبداللہ بن یوسف الدویری اور محمد بن المنذ ر الہروی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی ، آپ کی وفات جمعہ کے دن نوے سال کی عمر میں ہوئی (العبر فی خبر من غبر للذھبی ج ا ص ۸۱ ، سیراعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۶۳ ، تھذیب الکمال ج ۲ ص ۲۵۵ ، تذکرۃ الحفاظ للذھبی ج ۲ ص ۴۵۴ ، تھذیب التھذیب ج ا ص ۱۶۱)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۴۰ھ : میں حضرت ابوبکر اعین بن محمد بن ابی عتاب البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی ، زید بن حباب ، احمد بن حنبل ، آدم بن ابی ایاس ، اسود بن عامر شاذان اور حسن بن بشر رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں ، امام مسلم ، احمد بن ابی عون البزوری ، احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری اور اسماعیل بن عبداللہ اصبہانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں ، آپ نے مصر اور شام کے سفر کئے اور یہاں پر بہت سے حضرات سے حدیث کا علم حاصل کیا (العبر فی خبر من غبر للذھبی ج ا ص ۸۲ ، تھذیب الکمال ج ۲۶ ص ۷۹)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۴۴ھ : میں حضرت ابوالحسن السعدی المروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا ، آپ نیشاپور کے رہنے والے تھے ، ۹۰ سال کی عمر پائی ، اسماعیل بن جعفر اور شریک رحمہما اللہ اور بہت سے حضرت سے علم حاصل کیا (العبر فی خبر من غبر للذھبی ج ا ص ۸۴)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۴۴ھ : میں حضرت ابوالحسن علی بن حجر بن ایاس بن مقاتل بن مخادش بن مشمرخ بن خالد السعدی المروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا ، آپ بغداد میں رہتے تھے ، اس کے بعد آپ ماوراء النہر (وسطی ایشیا) کے شہر مرو منتقل ہو گئے ، اپنے والد حجر بن ایاس (جو کہ "الخیاط" کے نام سے مشہور تھے) اور خلف بن خلیفہ ، عیسیٰ بن یونس اور اسماعیل بن جعفر رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں ، امام بخاری ، مسلم ، ترمذی ، نسائی ، احمد بن ابی الحواری ، ابوبکر بن خزیمہ اور ابوعمر والمستملی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز

شاگرد ہیں، امام ابوبکر الاعین فرماتے ہیں کہ: خراسان کے مشائخ تین ہیں، قتیبہ، محمد بن مہران، علی بن حجر، ولادت ۱۵۴ھ میں ہوئی، آپ طلبِ علم کے لئے دور دراز علاقوں میں تشریف لے گئے تھے (تھذیب التھذیب ج۷ ص ۲۹۰، التاریخ الصغیر ج۲ ص ۳۴۸، التاریخ الکبیر للبخاری ج۶ ص ۲۷۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۵۱۲، تھذیب الکمال ج ۲۰ ص ۳۵۹، تذکرۃ الحفاظ للذھبی ج۲ ص ۴۵۰، التعدیل والتجریح للباجی ج۳ ص ۱۸۲، تاریخِ دمشق ج ۴۱ ص ۳۰۸)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۴۴ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب الاموی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ ابی الشوارب کے نام سے مشہور تھے، ابوعوانہ، کثیر بن سلیم، عبدالعزیز بن المختار، حماد بن زید اور عبدالواحد بن زیاد رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام مسلم، نسائی، القزوینی، ابوبکر بن ابی الدنیا اور ابوحاتم رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کو علمِ حدیث میں بڑا مقام حاصل تھا، آپ کی اولاد کو بعد میں قضا کا عہدہ سپرد کیا گیا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۰۴، تھذیب الکمال ج۲۶ ص ۲۱)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۴۰ھ: میں حضرت ابوالعباس ولید بن عتبہ بن بنان الاشجعی الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''ضابط'' کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۱۷۶ھ میں ہوئی، فنِ قرأت میں ولید بن مسلم اور بقیہ بن الولید رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، آپ سے عرض کے طریق پر (کہ شاگرد پڑھے استاد سنے) احمد بن نصر بن شاکر، نعیم بن کثیر اور عبداللہ بن محمد بن ہاشم الزعفرانی رحمہم اللہ قرأت روایت کرتے ہیں، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''سننِ ابوداؤد'' میں آپ سے احادیث روایت کی ہے (غایة النهایة فی طبقات القراء ج ا ص ۴۳۵، تھذیب الکمال ج ۳۱ ص ۴۹، تاریخِ دمشق ج۶۳ ص ۲۱۶)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۴۸ھ: میں حضرت ابوبکر عبدالجبار بن العلاء بن عبدالجبار العطار البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے، اپنے والد علاء بن عبدالجبار اور ابنِ عیینۃ، ابنِ مہدی، مروان بن معاویہ الفزاری اور وکیع رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، امام مسلم، ترمذی، نسائی، حسن بن محمد الصباح الزعفرانی (یہ آپ کے ہم عصر بھی ہیں) ابوحاتم اور ابنِ خزیمہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی (تھذیب التھذیب ۶ ص ۹۵، تھذیب الکمال ج ۱۶ ص ۳۹۳، سیر اعلام النبلاء للذھبی ج ۱۱ ص ۴۰۲)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۴۸ھ: میں شیخ المحدثین حضرت ابوکریب محمد بن العلاء بن کریب الہمدانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابوبکر بن عیاش، ہشیم، یحییٰ بن ابی زائدہ، ابن المبارک، عبدالرحیم بن سلیمان اور عمر بن عبید رحمہم اللہ، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ،

ترمذی،محمد بن یحییٰ الذہلی، ابوزرعہ، ابوحاتم، ابنِ ابی الدنیا اور عثمان بن خرزاذ رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں،حضرت محمد بن عبداللہ بن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:عراق میں آپ سے زیادہ کوئی کثرت سے حدیث روایت کرنے والانہیں تھا اور نہ ہی کوئی ہمارے شہروں میں ان سے زیادہ کوئی حدیث جاننے والا تھا"عندالبعض مات فی جمادی الآخرۃ" (سیراعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۳۹۶، تھذیب الکمال ج ۲۶ ص ۲۴۸،تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۴۹ھ**: میں حضرت ابومحمد رجاء بن مرجی بن رافع الغفاری المروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے،ابوالیمان حکم بن نافع، ابوصالح فضل بن دکین اور نضر بن شمیل رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، ان کے علاوہ بھی آپ نے حجاز،خراسان،عراق اور شام کے علاقوں میں بہت سے حضرات سے علم حاصل کیا، امام ابوداؤد،ابنِ ماجہ،حسین المحاملی اور ابنِ ابی الدنیا رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، بغداد میں ہی آپ کی وفات ہوئی(طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۶،تھذیب التھذیب ج۳ص ۲۳۳،سیراعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۹۹، تھذیب الکمال ج ۹ ص ۱۷۰، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۴۲)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۴۹ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن سعید بن مسروق الکندی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، حفص بن غیاث،ابن المبارک،عبدالرحیم بن سلیمان، یحییٰ بن ابی زائدہ،عیسیٰ بن یونس اور مروان بن معاویہ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں،امام ترمذی،نسائی،ابوحاتم،یعقوب بن سفیان، ابنِ خزیمہ اور حکیم ترمذی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں(تھذیب التھذیب ج۷ص ۲۸۷،تھذیب الکمال ج ۲۰ ص ۴۵۱)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۴۹ھ**: میں حضرت ابومروان ہشام بن خالد بن یزید بن مروان الازرق الدمشقی السلامی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ولید بن مسلم، بقیہ،حسن بن یحییٰ الخشنی ،مروان بن معایہ اور خالد بن یزید بن ابی مالک رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں،ابوداؤد،ابنِ ماجہ، ابوحاتم اور عثمان بن خرزاذ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام ابوزرعہ الدمشقی رحمہ اللہ نے آپ کو دمشق کے اہلِ فتویٰ میں ذکر کیا ہے(تھذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۳۶)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۲۵۰ھ**: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن عبداللہ الخفاف المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،عمران بن عبداللہ بن بکیر رحمہ اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر رحمہ اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں(اکمال الاکمال لابنِ ماکولا ج۳ص ۲۹۴)

اصلاحی خطاب

مفتی محمد رضوان

نیک اور ایک ہونے کی ضرورت

وہ خطاب جو حضرت مدیر نے مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار، راولپنڈی میں مورخہ ۲۳/ ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ بمطابق 11 /مئی 2007ء بروز جمعہ نماز جمعہ سے قبل فرمایا اور مولانا محمد ناصر صاحب نے محفوظ ونقل فرمایا (ادارہ......)

اَلْحَمْدُلِلّٰہ،اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِا للّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَصَفِیُّہٗ وَخَلِیْلُہٗ اَللّٰھُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ھٰذَاالنَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَالرَّسُوْلِ السَّیِّدِالسَّنَدِ الْعَظِیْمِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْااتَّقُوااللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ.وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْکُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا. وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا. کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ (سورۃ آلِ عمران آیت نمبر ۱۰۲ و ۱۰۳)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

نیک اور ایک ہونے سے متعلق قرآنی ہدایت

معزز حضرات! قرآن مجید کی جو آیات اس وقت تلاوت کی گئی ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے کہ:

’’اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرا کرو جس طرح اُن سے ڈرنے کا حق ہے، اور اسلام کے علاوہ اور کسی حالت پر نہ مرنا؛ اور تم اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے متفق (یعنی جمع اور اکھٹے) ہو کر پکڑلو، اور نااتفاقی مت کرو (یعنی متفرق نہ ہوجاؤ) اور اللہ تعالیٰ کا جو انعام تم

پر (ہوا) ہے، اس کو یاد کرو کہ جب تم (آپس میں ایک دوسرے کے) دشمن تھے، تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت اور محبت پیدا فرما دی تو اللہ تعالیٰ کے اس انعام (اور نعمت) کی برکت سے تم آپس میں بھائی بھائی ہوگئے اور تم لوگ جہنم کے گڑھے کے (بالکل) کنارے پر (پہنچ چکے) تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچالیا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ تم کو اپنے احکام واضح کر کے بتلاتے ہیں تا کہ تم ہدایت پاؤ‘‘ (ترجمہ ختم)

ان دو آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور پرہیز گاری کا یعنی نیک ہونے کا حکم فرمایا ہے، اور دوسری آیت میں ایمان والوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رسی مضبوطی سے متفق ہو کر پکڑیں، یعنی ایک ہو جائیں اور آپس میں نا اتفاقی پیدا نہ کریں اور پھر دوسری آیت ہی کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک نعمت کا تذکرہ فرمایا ہے کہ ایمان لانے اور تقویٰ و پرہیز گاری یعنی نیک ہونے سے پہلے تم آپس میں ایک دوسرے کے جانی دشمن بنے ہوئے تھے اور قریب تھا کہ اس کفر اور عداوت کے نتیجہ میں جہنم میں پہنچ جاتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ انعام فرمایا کہ تمہیں ایمان و تقوے یعنی نیک ہونے کی دولت سے مستفید فرمایا، جس کے نتیجہ میں تم آپس میں بھائی بھائی ہوگئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں جہنم سے بچالیا۔

اور اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکامات تمہارے سامنے کھول کھول کر اور واضح کر کے اسی لیے بیان فرماتے ہیں تا کہ تم ہدایت پا کر جنت کی نعمت حاصل کرو، اور ضلالت سے بچ کر جہنم سے نجات پاؤ۔

نیک اور ایک ہونے کا حکم

خلاصہ دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں نیک ہونے کا حکم بیان فرمایا اور دوسری آیت میں نیک ہونے کا حکم ایسے انداز میں بیان فرمایا، جس میں نیک ہونے کا حکم بھی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رسی کیا ہے؟

لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں ’’حَبْلُ اللّٰہِ‘‘ یعنی للہ تعالیٰ کی رسی سے کیا مراد ہے؟

مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑ لو، قرآن مجید میں جو تعلیمات اور احکامات آئے ہیں ان پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرو۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے دینِ اسلام اور شریعتِ مطہرہ کے احکامات مراد ہیں کہ ان کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

Idara Ghufran

تو اللہ تعالیٰ کی رسی سے یا تو قرآن مجید مراد ہے یا دینِ اسلام اور اس کے احکام مراد ہیں؛ بہرحال جو بھی مراد لیا جائے ان میں باہم کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، ان کا خلاصہ، نتیجہ اور مآل ایک ہی نکلتا ہے؛ چاہے یہ مراد ہو کہ قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑو یا یہ مراد ہو کہ دینِ اسلام اور شریعت کے احکام کو مضبوطی سے پکڑو۔ تو ان کا مطلب قریب قریب ایک ہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ انہیں چیزوں کا حکم فرماتے ہیں اور انہیں چیزوں سے منع فرماتے ہیں جن چیزوں کا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حکم یا منع فرمایا اور حضورِ اکرم ﷺ انہیں چیزوں کی وضاحت، تشریح اور تفسیر بیان فرماتے ہیں جو قرآن مجید میں اصولی انداز میں بیان فرمائی گئی ہیں، تو اس اعتبار سے قرآن مجید کو پکڑنا اور حضورِ اکرم ﷺ جو کہ قرآن مجید کے مفسرِ اول اور شارح ہیں اُن کی طرف سے پیش کی ہوئی تفسیر وتشریح کو پکڑنا، ایک ہی چیز کو پکڑنا ہوا۔

بہرحال رسول اللہ ﷺ ہی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید اور شریعت کے احکام نازل ہوئے اور دینِ اسلام آپ ﷺ کے ذریعے سے اس امت کو عطا کیا گیا تو اس اعتبار سے دینِ اسلام، شریعت کے احکام، اور قرآن مجید کو پکڑنا اور حضور ﷺ کو پکڑنا سب کا مفہوم و مراد ایک ہی ہے۔

لہٰذا ان تمام چیزوں میں باہم کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کی مراد کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو مضبوطی سے پکڑلو اور ان پر عمل کرو۔

عربی زبان میں ''حبل'' یعنی رسّی بول کر عہد بھی مراد لیا جاتا ہے، اور ہر ایسی چیز بھی مراد لی جاتی ہے جو کسی چیز کے لیے ذریعے اور وسیلے کا کام دے سکے، قرآن مجید یا دینِ اسلام کو رسّی اس لیے فرمایا گیا کہ یہی وہ رشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے تعلق اور رشتہ جوڑنے کا کام دیتا ہے اور اللہ و بندہ کے رشتہ قائم ہونے کا ذریعہ اور وسیلہ بنتا ہے اور سارے مسلمانوں کو باہم ملانے اور متفق و متحد ہونے اور مختصر یہ کہ ایک ہونے کا ذریعہ اور وسیلہ بنتا ہے۔

گویا کہ قرآن مجید اور دینِ اسلام سے وابستگی نیک اور ایک ہونے کا ذریعہ بنتی ہے۔

رسّی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں؟

اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات تو سمجھ آ گئی کہ اس آیت میں رسّی سے قرآن مجید اور دینِ اسلام یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات مراد ہیں، لیکن اس رسّی کی نسبت اللہ

تعالیٰ کی طرف کیوں کی گئی؟ اس سوال کا جواب باقی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اسی لیے قرآن مجید کو ''کتابُ اللہ'' بھی کہا جاتا ہے، جتنے بھی اسلام کے احکامات ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کے بھیجے ہوئے ہیں اور حضور ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات ہی بندوں تک پہنچاتے ہیں، اور اسی پیغام رسانی کی خدمت کی وجہ سے انہیں ''پیغمبر'' بھی کہا جاتا ہے۔

اس لیے قرآن مجید اور جتنے بھی شریعت کے احکام ہیں اور ان سب کے مجموعہ کا نام دینِ اسلام ہے ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

تو اس نسبت کی وجہ سے ''حَبْلُ اللّٰہِ ''یعنی اللہ تعالیٰ کی رسی کہا گیا۔

قرآن مجید یا دینِ اسلام کو رسّی کیوں کہا گیا؟

اور ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونوں باتیں تو واضح ہوگئیں کہ رسّی سے کیا مراد ہے اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں کی گئی ہے؟ لیکن قرآن مجید یا دینِ اسلام کو رسی سے کیوں تعبیر کیا گیا، اور اس کو رسّی کس وجہ سے کہا گیا، اور اس کا نام رسّی رکھنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ سیدھا سیدھا ''کتابُ اللہ'' یا ''اسلام'' وغیرہ بھی کہا جاسکتا تھا۔

اس سوال کا جواب ابھی بھی باقی ہے۔

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اس کی چند وجوہات ہیں۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ رسی اگر لٹکی ہوئی ہو تو ایک سے زیادہ افراد کو اسے پکڑنا آسان ہوتا ہے، رسی کیونکہ لمبائی میں ہوتی ہے اور پھر اس کے لمبے ہونے کی بھی کوئی حد متعین نہیں ہوتی، اس لیے اگر کوئی چھوٹی چیز ہوتی تو اسے ایک ہی شخص پکڑ سکتا تھا جبکہ لمبی چیز کو ایک سے زیادہ افراد کا پکڑنا ممکن ہوتا ہے، ایک تو اس وجہ سے رسی سے تعبیر کیا گیا، تاکہ اتحاد و اتفاق کا مفہوم بھی واضح ہوجائے، دوسرے اس وجہ سے رسی کہا گیا کہ رسی ایک طرف کی چیز کا رشتہ اور تعلق دوسری طرف کی چیز سے جوڑنے کا کام بھی دیتی ہے، یہی حال قرآن مجید اور دینِ اسلام کا ہے کہ وہ بھی بندوں کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جوڑتا ہے۔

تیسرے اس وجہ سے رسی کہا گیا کہ رسی دراصل ایسی چیز ہے کہ جس کو پکڑ کر انسان نیچے سے اوپر پہنچ سکتا ہے، تو رسی کا لفظ لا کر اس چیز کی طرف اشارہ فرمادیا گیا کہ قرآن مجید، یا دینِ اسلام اور شریعت کے احکام

یہ رسی کے مثل ہیں اور اسی کو پکڑ کر انسان تنزلی سے ترقی کی طرف پہنچ سکتا ہے۔اگر کوئی انسان دنیا کی ترقی ،آخرت کی ترقی ، دنیا کی فلاح اور کامیابی یا آخرت کی فلاح اور کامیابی چاہتا ہے؛ اور خلاصہ یہ کہ کسی بھی قسم کی ترقی چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس رسی کو مضبوطی سے پکڑے ،تب وہ ترقی ،فلاح اور کامیابی کو حاصل کر سکتا ہے۔

اور ترقی سے مراد ظاہری ترقی اس طرح کی نہیں ہے کہ مثلاً پہلے کوئی نچلی منزل میں تھا اور اس کے بعد اوپر کی منزل پر چلا گیا، بلکہ مراد حقیقی اور معنوی ترقی ہے۔

چنانچہ دنیا کے اندر بھی اس کی مثالیں موجود ہیں مثلاً کسی ملازم کو ترقی مل جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ پہلے وہ نچلی منزل میں بیٹھتا تھا اور اب وہ اوپر کی منزل میں بیٹھنے لگا ہے، یا پہلے اس کو چھوٹی کُرسی حاصل تھی اور اب اسے ظاہر میں بڑی کرسی حاصل ہوگئی بلکہ عین ممکن ہے کہ اس کی نشست اسی جگہ ہو یا اس سے بھی نچلی منزل میں چلی گئی ہو لیکن حقیقت میں اس کو ترقی حاصل ہوگئی ہو تو اسے ترقی ہوجانے سے تعبیر کیا جاتا ہے، باوجودیکہ اس کی ظاہری نشست گاہ مادّی اور ظاہری اعتبار سے اوپر نہیں چلی گئی یا اس کا قد بڑا نہیں ہوگیا۔

اور چوتھے اس وجہ سے رسّی کہا گیا کہ جو انسان ترقی کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف چلا جاتا ہے تو پھر فتنوں سے محفوظ اور مامون ہوجاتا ہے اور فتنوں سے محفوظ ہوجانا بھی ترقی میں داخل ہے۔

جس طرح سیلاب وغیرہ آفات میں محفوظ رکھنے کے لیے لوگوں کو اوپر پہنچایا جاتا ہے، اسی طرح اس کو پکڑنے کے بعد بھی شیطانی اور دیگر شر انگیزیوں سے انسان محفوظ ہوجاتا ہے۔

دنیا کے فنا ہونے کے سائنسدان بھی قائل ہوچکے ہیں

یہی وجہ ہے کہ آج کل کے بہت سے ماہرین اور سائنسدان بھی اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ دنیا فتنوں کی آماجگاہ بن چکی ہے اور ایک نہ ایک دن اس میں ایک بڑا فتنہ رونما ہونے والا ہے جس کے نتیجے میں یہ دنیا بھسم ہوکر بالکل خاکستر ہوجائے گی چنانچہ سائنسدان اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ زمین کی پکڑ اور قوتِ مدافعت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کمزور ہورہی ہے، اور سورج کی قوتِ مدافعت میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے جس طرح مقناطیس ہوتا ہے کہ اگر دو مقناطیس ایک دوسرے کے قریب کیے جائیں تو ان کی طاقت ایک دوسرے کو دور رکھتی ہے لیکن اگر ایک لوہے کے اندر سے مقناطیس کی طاقت ختم

ہو جائے تو مقناطیس والا لوہا اس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، اور اپنے سے چپکا لیتا ہے اسی طرح ایک تو زمین کے اندر قوتِ مدافعت ہے اور ایک سورج کے اندر قوتِ مدافعت ہے اور یہ دونوں اپنی اپنی قوتِ مدافعت کی وجہ سے ایک دوسرے سے دور ہیں تو کیونکہ سورج کی قوتِ مدافعت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور حرارت موسم کے لحاظ سے بڑھتی جارہی ہے اور حرارت کا تعلق سورج کے ساتھ ہے، لہٰذا سورج کی حرارت میں اضافہ ہونے کی وجہ سے سورج کی طاقت میں اضافہ ہو رہا ہے اور زمین کی قوت میں کمزوری واقع ہو رہی ہے اب سورج اگر زمین کے ساتھ ٹکرا گیا تو ایسی صورت میں زمین ختم ہو کر خاکستر ہو جائے گی۔

اس لیے غیر مسلم سائنسدانوں نے اس بڑے فتنے اور حادثے سے بچنے کا راستہ اوپر کی طرف تلاش کرنا شروع کر دیا ہے چنانچہ کوئی چاند پر جانے کی سوچ رہا ہے اور کوئی بعض دوسرے سیارے جو بالکل جدید اور لیٹسٹ تحقیق کے مطابق دریافت ہوئے ہے، اُن پر جانے کی سوچ رہا ہے۔

اسی طرح ایک ایسا سیارہ بھی دریافت ہو چکا ہے جس پر صرف اور صرف برف ہے اس لیے اب ان سائنسدانوں کا کہنا یہ ہے کہ وہاں زندگی کے آثار موجود ہیں، کیونکہ پانی زندگی کی ضرورت ہے، جو چاند پر موجود نہیں، مگر یاد رکھنے کی بات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ زمین کو پانی بنا دیتے تو وہ رہنے کے قابل نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ اگر اس زمین کو بالکل رقیق اور پتلی بنا دیتے تو اس پر انسانوں کا اور انسانوں کی ضروریات کا ٹھہرنا ممکن نہ ہوتا تو برف پانی کی جنس ہے جب پانی کو غیر معمولی برودت اور ٹھنڈک پہنچتی ہے تو وہ پانی برف بن جاتا ہے اور اس کے بعد اسے جب حرارت اور گرمی پہنچتی ہے وہ اپنی حالت پر لوٹ آتا ہے اور پانی بن جاتا ہے۔

تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جدید تحقیق شدہ سیارہ پر پانی موجود ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اوّلاً تو پانی پر ٹھہرنا اور بسنا آسان نہیں، دوسرے صرف پانی کے اوپر زندگی کا دارومدار نہیں ہے، پانی زندگی کی ضرورت ہے لیکن پانی انسانوں کا رہنے کا مسکن نہیں ہے اور نہ ہی زندگی کے لیے پانی کافی ہے، انسان اور بھی بہت سی ایسی چیزوں کا محتاج ہے جو وہاں نہیں ہیں، وہ زمین پر ہی موجود ہیں، بہر حال ابھی تو تحقیق کی ابتداء ہوئی ہے، بالآخر سائنسدان بھی اسی نتیجے پر پہنچنے والے ہیں کہ وہاں بھی زندگی کے آثار نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو زندگی کے آثار اس کی شان کے مطابق عطا فرمائے ہیں، بعض چیزوں کو زندگی کے آثار پانی ہی کے اندر ملتے ہیں جیسے مچھلی، بعض کو آگ کے ذریعے ملتے ہیں، چنانچہ بعض مخلوقات آگ

کے کُرّے میں ہی زندہ رہ سکتی ہیں، اس کی تحقیق بھی ہو چکی ہے اور بعض کو زمین کے اندر اور خشکی میں زندگی کے آثار ملتے ہیں، جیسے انسان۔

تو بہر حال معلوم ہوا کہ سائنسدان بھی فتنے اور حادثے سے بچنے کے لیے اوپر کی راہ تلاش کر رہے ہیں مگر ان کی سمت درست نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پوری کائنات کو انسان کے فائدے کے لیے پیدا فرمایا ہے، اور زمین کو انسان کا مسکن بنایا ہے، جب مسکن ختم ہوگا تو اس کے مکین اور باشندے بھی ختم ہو جائیں گے اور پھر کائنات کی دیگر چیزوں مثلاً چاند، سورج کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسی کا لفظ بیان فرما کر اس نجات کا حقیقی راستہ بتلا دیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو تو اس رسی کو مضبوط پکڑنے کے نتیجے میں زمین پر کسی چھوٹے یا بڑے حادثے کا رونما ہو جانا تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

یہی رسی ترقی کی طرف پہنچانے اور فتنوں اور ہر قسم کے حادثات سے حفاظت کا ذریعہ ہے، ان وجوہات کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو رسی کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔

اللہ کی رسی کس طرح پکڑی جائے؟

اللہ کی رسی پکڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کا علم حاصل کرو، اور ان کو اپنے عقیدے کے اندر تسلیم کرو اور مانو اور پھر یہ کہ ان پر عمل کرو، تو علم، ایمان اور عمل تینوں چیزیں "وَاعْتَصِمُوْا" میں داخل ہیں۔

اور صرف یہی نہیں کہ اللہ کی رسی کو پکڑ لو بلکہ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "جمیعا ولا تفرقوا" یعنی اکھٹے ہو کر اللہ کی رسی کو پکڑو، متفرق طور پر نہ پکڑو کہ ایک نے رسی کو پکڑ رکھا ہے اور دوسرے نے پکڑ ہی نہیں رکھا اور نہ یہ کہ ایک نے ایک وقت میں پکڑ رکھا ہے دوسرے نے دوسرے وقت میں پکڑ رکھا ہے تو دونوں حکموں پر عمل کرو، پکڑنے کے حکم پر بھی اور اکھٹے پکڑنے کے حکم پر بھی۔

اللہ کی رسی کو پکڑنا نیک اور ایک ہونے کا ذریعہ

تو اس مختصر سی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دراصل دو چیزوں کا حکم بیان فرما دیا، ان دو چیزوں کو ہم ایک ہی وزن کے اندر دو مختصر لفظوں سے تعبیر کر سکتے ہیں ایک تو نیک ہونے کا حکم اور دوسرا ایک ہونے کا حکم۔

اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا یہ دراصل نیک ہونے میں داخل ہے اور اس سے انسان نیک

ہوجاتا ہے اور جب فرمایا کہ **جمیعا** کہ اکھٹے ہوکر پکڑو اور متفرق نہ ہوجاؤ تو اس سے ایک ہونے کا حکم فرمایا اور یہی دو چیزیں ایسی ہیں کہ جب بھی مسلمانوں میں یہ دونوں چیزیں جمع ہوجائیں کہ وہ نیک ہوجائیں اور ایک ہوجائیں تو پھر ظاہری اور باطنی اور دنیا اور آخرت کی ساری کامیابیاں وکامرانیاں حاصل ہوجاتی ہیں۔

اسلامی نظام ہی حقیقی اتحاد کی دعوت دیتا ہے

ایک مسلمان کے لیے نیک ہونے کی اہمیت اور ضرورت تو واضح ہے۔

اور ایک یعنی اتفاق واتحاد کی اہمیت اور ضرورت بھی ایک ایسی مسلّمہ چیز ہے کہ دنیا کا ہر شخص اس کو پسند کرتا ہے اور دنیا کی ساری قومیں متحد ومتفق ہونے کا درس دیتی ہیں؛ مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اسلام نے جس انداز اور جس طریقے سے اتحاد واتفاق کی تعلیم دی ہے، یہی دراصل حقیقی اتحاد واتفاق کی دلیل ہے؛ یعنی ایک اسلامی نظام کے ساتھ وابستہ ہوکر متحد ہونا، اس کے علاوہ دنیا کے لوگوں نے جتنے بھی اتحاد واتفاق کے طریقے اختیار کررکھے ہیں، وہ سب اپنے گھڑے ہوئے طریقے ہیں، جن میں استحکام اور ٹھہراؤ نہیں اور نہ ہی وہ برکات اور انوارات ہیں جو اسلامی نظام کے ساتھ وابستہ ہوکر رہنے میں ہیں، کیونکہ اسلامی نظام انسانوں کا گھڑا ہوا نہیں بلکہ اس ہستی کا مقرر اور طے کیا ہوا نظام ہے، جس نے انسانوں سمیت اس پوری کائنات کو وجود بخشا ہے۔

مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اتحاد واتفاق کی اصل بنیاد کو چھوڑ کر دوسروں کے خودساختہ طریقے اپنا لیے ہیں، جس کی وجہ سے وہ حقیقی اتحاد واتفاق سے محروم ہیں۔

اسلام نے ایک ہونے یعنی اتحاد واتفاق پیدا کرنے کے لیے نیک ہونے کو بنیاد اور شرط ٹھہرایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا اصل اتحاد اسی بنیاد پر ہونا چاہیے، اور اگر آج کل کی طرح اتحاد واتفاق کے نعرے تو بلند کیے جائیں لیکن نیکی اور تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد کو اہمیت نہ دی جائے تو ایسا اتحاد دین میں مطلوب نہیں اور اس پر اصل کامیابی کا وعدہ نہیں۔

اتحاد اور اتفاق کی بنیاد

اور اگر ذرا گہرائی سے غور کیا جائے تو حقیقی ایک ہونا یعنی آپس کا حقیقی اور پائیدار اتحاد اور اتفاق موقوف ہے نیک ہونے پر، اس لیے کہ نیک ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑنا لازمی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے

ساتھ تعلق کتابُ اللہ یعنی قرآن مجید، اور دینِ اسلام اوراس کے احکام کے ساتھ تعلق جوڑنے سے جڑتا ہے تو جس کا تعلق بھی ان چیزوں کے ساتھ ہوگیا وہ نیک ہوگیا اور جس کا تعلق ان چیزوں کے ساتھ نہیں ہوا وہ نیک نہیں ہوا۔

اور یہ سب چیزیں ایک ہی ہیں، متفرق چیزیں نہیں ہیں؛ اللہ کا کلام ایک ہے اور رسول اللہ ﷺ ایک ہیں اور شریعت کے احکام ایک ہیں اور دینِ اسلام ایک ہے تو جب ایک ہی چیز کو مختلف لوگ پکڑیں گے تو اس سے نیک ہونے کے نتیجے میں ایک ہونا بھی پایا جائے گا اور لازم آجائے گا تو گویا کہ ایک ہونے، متحد ہونے اور متفق ہونے کا ذریعہ نیک ہونا ہے۔

قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں اس بات کو مزید وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (سورة مريم آيت نمبر ٩٦)

یعنی جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، اللہ تعالیٰ ان میں باہم محبت والفت پیدا فرما دیتے ہیں۔

اس آیت سے وضاحت اور صراحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ آپس میں حقیقی محبت والفت نیک ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔

جب سب نیک ہوجاتے ہیں تو پھر وہ ایک ہوجاتے ہیں اسی لیے یہ بات بعد میں ارشاد فرمائی کہ "جمیعاً"، کہ اکھٹے ہوکر پکڑو، کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک انسان ایک وقت میں رسی کو پکڑے اور دوسرا انسان کسی اور وقت میں پکڑے یا ایک انسان ایک جگہ سے پکڑے اور دوسرا انسان کسی اور جگہ سے پکڑے تو نیکی تو ان میں آسکتی ہے لیکن ایک ہونے میں کمی رہ سکتی ہے مگر ایسی صورت نہیں ہوسکتی کہ حقیقی ایک ہوجائیں اور نیک نہ ہوں۔

اگر کہیں ایسا نظر بھی آئے تو وہ مصنوعی ایک ہونا ہے، حقیقی ایک ہونا نہیں ہے۔

پھر نیک ہونے سے انسان میں عاجزی اور انکساری اور تواضع بھی پیدا ہوتی ہے، اور یہ چیز اتفاق پیدا کرنے میں بہت اثر رکھتی ہے، بلکہ بعض حضرات نے تو اس کو اتفاق کی بنیاد اور جڑ قرار دیا ہے، کیونکہ دو متکبر کبھی متفق نہیں ہوسکتے۔

غیرمسلموں کے اتحاد کی حقیقت

اور بظاہر جو کافر متحد اور متفق نظر آتے ہیں تو اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ نیک نہ ہونے کے باوجود بھی ایک ہوا جا سکتا ہے، کیونکہ کافر نیک نہیں ہیں، کیونکہ وہ تو کافر ہیں، جبکہ ہمارا دعویٰ اس کے برعکس ہے۔

اس شبہ کا ایک جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد فرمادیا کہ:

تَحۡسَبُهُمۡ جَمِيۡعًا وَّ قُلُوۡبُهُمۡ شَتّٰى (پارہ نمبر ۲۸،سورۃ حشر آیت نمبر ۱۴)

کہ آپ ان کافروں کو بظاہر ایک محسوس کرتے ہیں لیکن ان کے دل باہم متفرق ہیں۔

ان کے دل ایک دوسرے سے جدا ہیں، اس لیے دلوں کے جدا ہونے کی وجہ سے وہ پُھس پُھسے ہیں، ان میں کوئی طاقت نہیں ہے، کوئی استحکام نہیں ہے اور ان کی مثال منتشر دھاگوں کی سی ہے، ایک دھاگہ ایک شخص کے پاس، دوسرا دھاگہ دوسرے شخص کے پاس اور تیسرا دھاگہ تیسرے شخص کے پاس، تو بظاہر تو یہ دھاگوں کا مجموعہ بہت بڑا اور قوت والا محسوس ہو رہا ہے لیکن حقیقت میں الگ الگ ہونے کی وجہ سے ان میں کوئی طاقت وقوت نہیں ہے، تو ظاہری طور پر ان میں جمعیت اور ایک ہونا محسوس ہوتا ہے لیکن نیک نہ ہونے کی وجہ سے ایک ہونے کی حقیقی قوت حاصل نہیں، کیونکہ یہ کافر اگرچہ ظاہر میں متحد ہیں لیکن حقیقت میں متفرق ہیں۔

غیرمسلموں کے ظاہری اتحاد اور ترقی کی وجہ

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کافر حقیقت میں اگرچہ ایک نہیں ہیں لیکن ظاہر میں ایک ہیں اور اس کی وجہ سے ترقی بھی کر رہے ہیں، تو اس کی وجہ کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بظاہر جو کفار کی ترقی نظر آ رہی ہے تو وہ حقیقی ترقی نہیں ہے، وہ ایسی ترقی ہے جیسا کہ کوئی بیماری کی وجہ سے موٹا ہو جاتا ہے تو ظاہر میں کوئی بے وقوف اسے دیکھ کر یہ سمجھے کہ اسے ترقی ہو رہی ہے حالانکہ حقیقت میں یہ ترقی نہیں اس کی صحت کو زوال ہو گیا ہے، تنزلی ہوگئی ہے لیکن ظاہر میں وہ ترقی نظر آ رہی ہے اسی طرح کافروں کی ظاہری زیب وزینت اور رونق اور دمک اور چمک کو دیکھ کر متأثر نہیں ہونا چاہیے کہ یہ حقیقی ترقی پر ہیں، مؤمن اگر حقیقی ترقی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ نہیں جو کافروں نے اختیار کیا ہوا ہے اس کا طریقہ یہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمادیا اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جماعت نے عملی طور پر اختیار اور ظاہر کر کے دکھلا دیا۔

رہا یہ کہ کافر ظاہر میں ایک کیوں نظر آتے ہیں جبکہ ان کے مذاہب بھی آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں؛ اور سارے مسلمانوں کے خلاف متحد و متفق نظر آتے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نیک نہ ہونے کی وجہ سے کفار کا مفاد ظاہر میں ان کے ایک ہونے سے وابستہ ہوگیا ہے، اگر ہم نیک ہوجاتے تو اس کی برکت سے ایک ہوجاتے تو پھر ان کا ظاہر میں ایک ہونا کافی نہ ہوتا۔

کیونکہ ہم نیک ہونے کی وجہ سے حقیقت اور ظاہر دونوں میں ایک ہوتے اور وہ صرف ظاہر میں ایک ہوتے ان کا حقیقی ایک ہونا بغیر دینِ اسلام پر آئے ہوئے ممکن نہیں تھا، اس لیے انہوں نے اپنا ظاہری مفاد حاصل کرنے کے لیے ظاہر میں اپنے آپ کو ایک کرلیا، وہ ظاہری مفاد تھا، حقیقی مفاد نہیں تھا، ان کا مفاد دنیا تک محدود ہے آخرت میں ملنے والا نہیں، صرف ظاہری ہے، دنیا نظر آتی ہے ظاہر میں محسوس ہوتی ہے اور آخرت ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتی، اس لیے انہوں نے دنیاوی مفاد حاصل کرنے کے لیے ظاہر میں اپنے آپ کو ایک کرلیا ہے اور حقیقی ایک ہونا نیک ہونے کی برکت سے حاصل ہوتا ہے جبکہ کفار کا اتحاد نیک نہ ہونے کی وجہ سے حقیقی نہیں بلکہ انہوں نے اِکّا اور اتحاد ظاہر میں اس لیے کیا ہے تاکہ مسلمان نیک نہ ہوسکیں، انہوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنا شروع کردیا اور ان کو دبانے کے لیے سب نے ظاہری اتحاد کرلیا۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ جب مسلمان نیک ہوگئے تو اس کی برکت سے ایک ہوجائیں گے اور دینِ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب مختلف ہیں جس کے نتیجے میں وہ کبھی ایک نہیں ہوسکتے۔

اتحاد، اتفاق اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے

اور آگے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً '' کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو، کہ جب کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، لیکن ''فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ '' اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں محبت اور الفت پیدا فرمادی۔

اس سے معلوم ہوا کہ دلوں میں باہم الفت اور محبت کا پیدا ہوجانا یا آپس میں متحد و متفق ہوجانا یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

اس کا نام اللہ تعالیٰ نے ''نِعْمَتُ اللّٰهِ '' رکھا ہے، یہ بہت بڑی نعمت ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

چاہیے اور اگر کوئی اس نعمت سے محروم ہے تو اس نعمت کے حاصل کرنے کی فکر اور جستجو کرنی چاہیے؛ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے درمیان محبت اور الفت حبل اللہ کے پکڑنے کی وجہ سے پیدا فرمائی۔

آگے ارشاد فرمایا کہ ''فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا '' یعنی تم اس نعمت کے ذریعے سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے ہو۔

معلوم ہوا کہ یہ نعمتِ الٰہی ایسی ہے کہ اس کی وجہ سے اجنبی بھی بھائی بھائی ہو جاتے ہیں۔

مسلمانوں کی موجودہ افسوس ناک حالت اور نادرست لائحۂ عمل

اور اگر کوئی اس نعمت سے محروم ہو جائے تو پھر بھائی بھی اجنبی بن جاتے ہیں، چنانچہ اب مسلمانوں کا یہی حال ہو رہا ہے کہ نیک نہ ہونے کی وجہ سے ایک نہیں ہیں، بھائی ہونے کے بجائے اجنبی بنے ہوئے ہیں آپس میں گھروں کے اندر انتشار اور اختلاف ہے، نااتفاقی نااتحادی ہے، لڑائی جھگڑا ہے، نزاع ہے، تنازعات ہیں، محلے میں تنازعات ہیں، خاندانوں میں ہیں، شہروں میں ہیں، پورے ملکوں میں ہیں غرضیکہ کسی بھی قسم کا رشتہ اور تعلق مسلمانوں کا لے لیا جائے کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے جو کہ آپس کے تنازعات اور اختلافات سے پاک اور صاف ہو، کسی نہ کسی شکل میں آپس میں تنازعات اور جھگڑے پیدا ہو چکے ہیں۔

مسلمانوں کی نااتفاقی غیر مسلموں کے اتفاق کا ذریعہ

اور ظاہر ہے کہ جب ایک جماعت آپس میں لڑنے لگے، آپس کے تنازعات میں پڑ جائے پھر وہ باہر والوں سے مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہیں لڑ سکتی، اسے آپس کے تنازعات سے ہی فرصت نہیں ہوتی وہ باہر والوں کے ساتھ کیسے لڑ سکتی ہے؟ اس لیے اس نیک نہ ہونے کا خمیازہ یہ بھگتنا پڑا کہ آپس میں بھی ایک ہونے کی نعمت سے محروم ہو گئے اور آپس کے تنازعات اور اختلافات کا شکار ہو گئے، اور اس سے غیروں کو فائدہ ہوا، وہ کافر جو حقیقت میں ایک نہیں تھے ان کے دل آپس میں مختلف اور منتشر تھے ان سب کے دل الگ الگ تھے، لیکن انہوں نے اس سے فائدہ اُٹھایا، گویا کہ ان کا ظاہری مفاد ہماری نااتفاقی کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔

چنانچہ غیروں نے ہمارے بہت سے افراد کو اپنے ساتھ شامل کر لیا، اور جو کام وہ خود کرنا چاہتے تھے اب وہ کام مسلمانوں کی جماعت کے افراد ہی کر رہے ہیں انہوں نے نام نہاد مسلمانوں کو استعمال کرنا شروع

Idara Ghufran

کردیا۔

اللہ تعالیٰ کی رسی کو انہوں نے پکڑا نہیں تھا، نیک نہیں ہوئے تھے اس لیے ایک نہیں ہوسکے پھر جب ایک نہیں ہوئے تو پھر منتشر ہونے کے نتیجے میں کافروں نے ان سے اپنے مفادات حاصل کرنا شروع کردیے اور ان کو ہر طرح سے زق اور تکالیف پہنچانا شروع کردیں۔

اس لیے کامیابی کی بنیاد یہ ہے کہ اپنے اندر نیکی پیدا کی جائے تقویٰ اور پرہیز گاری پیدا کی جائے اللہ تعالیٰ کے احکامات وارشادات پر عمل شروع کیا جائے۔

لیکن افسوس کہ ان مصیبتوں، آفتوں اور فتنوں کی جو اصلی تدبیر اور حقیقی علاج ہے اس کی فکر مسلمانوں کو نہیں سوجھتی بلکہ سوجھتی ہے تو الٹی سوجھتی ہے، نعرے لگائے جاتے ہیں، آپس میں جمع ہوکر احتجاج کیے جاتے ہیں، ریلیاں نکالی جاتی ہیں اور مارچ کیے جاتے ہیں؛ اور طرح طرح کے کافروں کے ایجاد کردہ جدید طریقے اختیار کیے جاتے ہیں، حضور ﷺ نے ان طریقوں کو اختیار نہیں فرمایا، حالانکہ آپ ﷺ کے دور میں زیادہ ضرورت تھی کیونکہ مسلمان اس وقت اقلیت میں تھے، اکثریت میں نہیں تھے اور آج مسلمان اکثریت میں ہیں، پوری دنیا میں موجود ہیں، کسی خاص خطے اور علاقے میں محدود نہیں بلکہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، لیکن تدابیر وہ اختیار کررہے ہیں جو کافروں نے ایجاد کی ہیں، حضور ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے، اولیائے کرام نے اور محدثین عظام نے اور فقہائے کرام نے، کسی نے بھی ان طریقوں اور تدبیروں کو اختیار نہیں کیا کیونکہ انہوں نے ایک ہی حقیقی تدبیر کو اختیار کرلیا تھا وہ ایسی تدبیر ہے جو تمام تدابیر کو مؤثر بناتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا ہے، نیک ہوجانا ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا ہے۔

اس کی برکت یہ ہوگی کہ اس سے مسلمانوں کے اپنے اندر قوت پیدا ہوگی اور مضبوطی پیدا ہوگی اور وہ قوت اور مضبوطی ایسی ہے کہ دنیا کی طاقتیں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں کیونکہ جب مادیت اور روحانیت کا ٹکراؤ ہوتا ہے تو روحانیت کو غلبہ ہوتا ہے، غالب روحانیت ہی آتی ہے، مادیت اس کے سامنے نہیں ٹھہرسکتی۔

حقیقی قوت دراصل روحانیت اور لطافت میں ہے

روحانیت کے غالب آنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت لطیف چیز ہوتی ہے، کثیف نہیں ہوتی اور مادی چیزوں میں کثافت ہوتی ہے، لطافت نہیں ہوتی اور جتنی بھی کسی چیز میں لطافت بڑھ جاتی ہے اس کی قوت، اس کی

پاوراوراس کی طاقت بڑھ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ایٹم بم جو ایجاد ہوا ہے اس کی طاقت اس کی لطافت کی وجہ سے ہے۔

اسی طرح انسانوں میں روحانی طاقت اور لطیف طاقت اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام اور دین کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے حاصل ہوتی ہے، اور یہ ایسی طاقت ہے کہ اگر دنیا کی تمام مادی طاقتیں بھی اس کے مقابلہ میں جمع ہو جائیں تو اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں؛ ایٹم بم باوجودیکہ وہ بہت زیادہ لطافت کے مراحل میں پہنچ کر ایجاد ہوا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی وہ مادی چیز ہے روحانی چیز نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات خالصتاً روحانی چیزیں ہیں ان پر عمل کرنے سے خالص روحانی طاقت اور قوت حاصل ہوتی ہے اس میں کثافت کا وجود ہی نہیں، اس لیے یہ طاقت ایٹم بم کی طاقت سے بھی زیادہ ہے۔

انسانی روح کی طاقت اس کے مادّی جسم سے زیادہ ہے

روحانیت کی اسی طاقت کو ہم اپنے جسم اور روح کے تعلق سے بھی سمجھ سکتے ہیں، چنانچہ ہمارے جسم کے اعضاء مادی چیز ہے؛ آنکھیں، زبان، ہاتھ، کان، ناک، زبان، پاؤں، دل، جگر، گردے، دماغ، معدہ، غرضیکہ ہمارے جسم کے اندر کے اعضاء اور باہر کے اعضاء یہ ساری کی ساری چیزیں مادی ہیں، لیکن ان چیزوں کو نقل وحرکت دینے والی چیز روحانیت ہے وہ ہماری روح ہے جو ہمارے ان مذکورہ اعضاء کی طرح کثیف نہیں، بلکہ لطیف ہے اور وہی ہمارے ان اعضاء کو چلا رہی اور ان کو حرکت دے رہی ہے، زبان جو بول رہی ہے اور اس سے جو آواز نکل رہی ہے وہ اسی روح کے اندر ہونے کی وجہ سے ہے، ہاتھ پاؤں جو حرکت کررہے ہیں، یہ روح کے پیچھے ہونے کی وجہ سے کارفرما ہیں ہم جو چل رہے ہیں، اٹھ رہے ہیں بیٹھ رہے ہیں، سورہے ہیں، کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں، دیکھ رہے ہیں، کسی آواز کو سُن رہے ہیں غرضیکہ جو کچھ بھی کررہے یا کہہ رہے ہیں اور ہماری یہ تمام کی تمام مادی طاقتیں جو کام کررہی ہیں یہ اسی روح کی وجہ سے کام کررہی ہیں، اور اگر روح ان اعضاء سے نکل جائے تو پھر یہ اعضاء صحیح سالم ہوتے ہوئے بھی صحیح کام نہیں کرسکتے۔

روح اتنی لطیف چیز ہے کہ اگر انسان کو کسی شیشے کے کمرے میں بند کردیا جائے اور وہاں سے ذرا سا بھی سوراخ نہ چھوڑا جائے، اور ایسے میں اس کی موت کا وقت آجائے تو روح وہاں بھی جسم سے نکل کر الگ

ہوجاتی ہے حالانکہ ذرہ برابر بھی کوئی مادی طور پر اور ظاہری طور پر روح کے باہر نکلنے کے لیے کوئی سوراخ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود بھی یہ نکل کر چلی جاتی ہے اور کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے یہاں تک کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اور دوسرے سے تیسرے آسمان تک اور تیسرے سے چوتھے آسمان تک یہاں تک کہ اعلیٰ علیین تک پہنچ جاتی ہے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور پھر بعضوں کی روح وہاں سے نیچے چھوڑ دی جاتی ہے اور وہ ''اَسْفَلُ السّٰفِلِیْنَ'' میں پھینک دی جاتی ہے، یہ سب کچھ ہورہا ہے، روح اتنی دور جارہی ہے کہ آسمانوں سے بھی اوپر کی پرواز کررہی ہے لیکن ظاہر میں نکلنے کا راستہ نظر نہیں آرہا، وجہ یہی ہے کہ وہ خالص روحانی چیز ہے اور روحانی چیز مادی اصولوں سے اور لطیف چیز کثیف چیز کے قاعدوں سے پاک ہوتی ہے، اور وہ ان مادّی اور کثیف قاعدوں کی محتاج اور پابند نہیں ہوتی۔

اس مثال سے آپ حضرات کو سمجھ آگیا ہوگا کہ جب روحانیت اور مادیت میں ٹکراؤ ہوتا ہے تو روحانیت کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے انسان کا جسم فناء ہوجاتا ہے لیکن روح فناء نہیں ہوتی۔

اسی لیے جو اسلامی اور مذہبی سائنسدان ہیں، نِرے مادّی سائنسدان نہیں، بلکہ روحانی سائنسدان ہیں، انہوں نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ روح ابدی ہے ہمیشہ ہمیش رہنے والی ہے، ازلی نہیں ہے یعنی ہمیشہ سے نہیں، اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی، البتہ ابدی ہے۔

ازلی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ہمیشہ سے ہو اور ابدی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہو، ازل کا تعلق زمانۂ ماضی سے ہوتا ہے اور ابد کا تعلق زمانۂ مستقبل سے ہوتا ہے، تو روح ابدی ہے، ازلی نہیں ہے لیکن انسان کا یہ جسم نہ ازلی ہے اور نہ ابدی ہے، وہ ہر اعتبار سے حادث اور فانی ہے۔

بہرحال روحانی ترقی اور قوت حاصل کرنے کا راستہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ ارشاد فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ کی رسی کو قرآن مجید کو اور دینِ اسلام کو مضبوطی سے پکڑلو اور اکھٹے ہو کر پکڑلو، اس کی برکت سے تم نیک ہوجاؤ گے اور ایک ہوجاؤ گے اور اس نیک ہونے سے روحانی ترقی اور لطیف طاقت حاصل ہوگی اور پھر ایک ہوجانے سے مادی طاقت بھی حاصل ہوجائے گی، گویا کہ روحانی طاقت کی برکت سے مادی طاقت بھی حاصل ہوجائے گی، اس آخرت کی فلاح اور کامیابی کی برکت سے دنیا کی فلاح اور کامیابی حاصل ہوجائے گی اور اگر آخرت کے اعتبار سے فلاح اور کامیابی حاصل نہیں ہوئی تو دنیا کے اعتبار سے فلاح اور کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔

حقیقی کامیابی کا راستہ وطریقہ

اللہ والوں نے قرآن وحدیث پرغورکرکے فرمایا ہے کہ اس امت کی سب سے آخری جماعت بھی جو قیامت کے قریب ہوگی اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں کرسکتی جب تک اس طریقے کواختیار نہ کرلے جس طریقے سے اس امت کی پہلی جماعت نے کامیابی حاصل کی ہے،یعنی فاصلہ اتناطویل ہے،حالات کا تغیر بہت زیادہ ہے کہ پہلے دورمیں یہ مادی چیزیں نہیں تھیں اوراب سائنس ترقی پر چلی گئی ہے اورسب کچھ ہوگیاہے اورآگے پتہ نہیں کیا کیا ہونے والا ہے؟لیکن ان سب کے باوجودبھی زمانے کے حالات کتنے ہی بدل جائیں ،سائنس کتنی بھی ترقی کرجائے لیکن حقیقی کامیابی اورترقی کا راستہ وہی ہوگا جواس سائنس کے ایجادہونے سے پہلے تھا یعنی اللہ سے تعلق کیونکہ وہ روحانی ذریعہ ہےاورروحانی ذریعہ مادی ذریعے سے زیادہ قوی اورمضبوط ہوا کرتا ہے۔

دعافرمایئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کونیک اورایک بنادے اورآپس میں اتحاد واتفاق کی توفیق عطافرمائے،آپس کی نااتفاقی اوراختلاف سے محفوظ رکھے اور ہمارے ایمان اوراسلام کومرتے دم تک کے لیے مضبوط بنادے،نفاق وشقاق سے ہم سب کو بچا کررکھے۔آمین۔

وآخر دعواناان الحمدللّٰہِ رب العلمین

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۴۱ ''بجلی کی لوڈشیڈنگ''﴾

اور جب بل بھی ادا کرنے کا خوف نہ ہوتو''مالِ مفت دلِ بے رحم'' کی مثال صادق آتی ہے،اس بجلی کے ضیاع کا بوجھ لوڈشیڈنگ اوربلوں کی مہنگائی کی صورت میں غریبوں کے کاندھوں پر پڑتا ہے،رہاان امراء واغنیاءاورسیٹھوں کا معاملہ تو یہ تو پورابل ادا کرتے ہی نہیں ،اورکربھی دیں توان کے پاس پیسوں کی کیا کمی، رہا بجلی نہ ہونے کی پریشانی تو یہ لوڈشیڈنگ کے وقت جنریٹروں سے بجلی نہ ہونے کے احساس کوختم کرلیتے ہیں،مگران غریبوں کے مسائل کیسے حل ہوں جن کے گھرمیں کھانے پینے اورخوراک کے انتظام میں بھی مشکلات ہیں،اگربجلی کے اس خزانہ اوردولت کا ٹھیک ٹھیک اورانصاف کے ساتھ استعمال کیا جائے تو شاید لوڈشیڈنگ کے مسائل سے چھٹکارامل جائے،اللہ کرے کہ ایسا ہو۔

مقالات و مضامین مفتی محمد رضوان

بجلی کی لوڈ شیڈنگ

اس سال موسمِ گرما کے آغاز پر ملک کے بیشتر حصوں میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ صبح وشام اور رات کے بعض حصوں میں مخصوص اوقات کے لئے بجلی منقطع رہی، جس کی وجہ ملک میں بجلی کی پیداوار کی قلت، پانی کی کمی اور بجلی کا غیر معمولی استعمال بتلائی گئی، جن علاقوں میں بجلی کا وجود ہے خصوصاً شہر کے لوگ بجلی کے ایسے عادی ہو چکے ہیں کہ ضرورت نہ ہوتے ہوئے بھی کسی نہ کسی طرح بجلی کا استعمال رکھتے ہیں، مثلاً بلاضرورت بلب روشن رکھتے ہیں، خواہ کوئی نظر کا کام بھی نہ ہو رہا ہو، اور اندھیرا بھی نہ ہو، سورج کی روشنی سے کام چل سکتا ہو۔

اس غلط عادت کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کسی وقت بجلی چلی جائے تو ان لوگوں کو بے چینی شروع ہو جاتی ہے اور سارے کام وکاج چھوڑ کر بجلی کا شدت سے انتظار شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ بجلی نہ ہونے سے ان کے کسی کام میں واقعی اور حقیقی درجہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی، یہ اسی غلط عادت کا اثر ہے۔

اس پریشانی سے چھٹکارے کا راستہ یہ ہے کہ اپنی غلط عادت کو تبدیل کریں اور بلاضرورت بجلی کے استعمال بلکہ اسراف سے بچیں، اس غلط عادت کا ایک نقصان تو یہ اپنی جگہ ہے ہی کہ بجلی نہ ہونے کی صورت میں یہ لوگ بلاوجہ پریشان ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ ایک نقصان جو کہ قومی اور اجتماعی ہے وہ یہ ہے کہ بجلی کا جو حصہ اور جو صلاحیت بلاضرورت استعمال ہوتی ہے، وہ دراصل قومی خزانہ ہوتی ہے، جو بڑی محنت سے حاصل ہوتی ہے، اور اس کو اگر ضائع ہونے سے بچالیا جائے تو کئی قومی واجتماعی مسائل حل ہو سکتے ہیں، اور کئی ضرورت مندوں اور غریبوں کی پریشانیاں دور ہو سکتی ہیں۔

اس کے علاوہ ایک تیسری خرابی اس میں اسراف کے گناہ کی بھی ہے کیونکہ کسی نعمت کو ضائع کرنا بڑے گناہ کی فہرست میں شامل ہے۔

ہمارے ہاں امیر ترین لوگوں کی طرف سے بھی بجلی کے معاملہ میں غیر معمولی ظلم پایا جاتا ہے، چنانچہ امراء اور اغنیاء کا ایک بڑا طبقہ وہ ہے جو مختلف قسم کی خفیہ تدابیر اختیار کر کے بجلی کی چوری کا مرتکب ہوتا ہے، اور استعمال شدہ بجلی کا پورا بل ادا نہیں کرتا۔ ﴿بقیہ صفحہ ۴۰ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بسلسلہ: فقہی مسائل

عبدالواحد قیصرانی

طہارت (پاکی) اور نجاست (ناپاکی) کا بیان

نجاستِ حقیقہ کی دوقسمیں ہیں: (۱) غلیظہ (۲) خفیفہ، اور پھر ان میں سے ہرایک کی دوقسمیں ہیں: (۱) مرئیہ (۲) غیر مرئیہ، تواس طرح نجاستِ حقیقی کی کل چار قسمیں ہوئیں۔

نجاستِ غلیظہ: وہ ناپاک چیز کہ جس کے ناپاک ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو تمام دلیلوں سے اس کا ناپاک ہونا ہی ثابت ہو، کوئی ایک بھی دلیل ایسی نہ ہو کہ جس سے اس کا پاک ہونا ثابت و معلوم ہو، نیز اس سے بچنے میں عموماً انسان کو کوئی دقت نہ ہو، جیسے آدمی کا پیشاب و پاخانہ اور شراب وغیرہ (خزانۃ المفتیین)

نجاستِ خفیفہ: وہ نجاست کہ جس کا نجس ہونا یقینی نہ ہو بلکہ کسی دلیل سے تو اس کا ناپاک ہونا معلوم ہوتا ہو اور کسی اور دلیل سے اس کے پاک ہونے کا شبہ ہوتا ہو (مراقی الفلاح ص ۸۶)

نجاستِ مرئیہ: وہ نجاست کے جو سوکھنے اور خشک ہوجانے کے بعد بھی نظر آئے، خواہ وہ خود ایسی ہی ہو کہ جو خشک کرنے کے بعد نظر آئے جیسے پاخانہ، بہنے والا خون، یا خود ایسی نہ ہو، مگر جب کوئی دوسری چیز اس پر تری کی حالت میں پڑ جائے اور جم جائے تب وہ خشک ہونے کے بعد معلوم ہو، اور اگر کوئی چیز اس پر نہ پڑے تو وہ معلوم نہ ہو جیسے ناپاک پانی اگر کپڑے وغیرہ پر پڑ جائے تو وہ خشک ہونے کے بعد معلوم نہ ہوگا تو پھر ایسی صورت میں وہ نجاستِ مرئیہ میں داخل نہ ہوگا، لیکن اگر تری کی حالت میں اس پر مٹی یا گردوغبار وغیرہ پڑ جائے اور سوکھنے کے بعد معلوم ہو (نظر آئے) تو ایسی حالت میں وہ نجاستِ مرئیہ میں داخل ہوگا (مراقی الفلاح بتغیر ص ۸۷)

نجاستِ غیر مرئیہ: وہ نجاست کہ جو خشک ہوجانے کے بعد نظر نہ آئے جیسے پیشاب اور ناپاک پانی وغیرہ

حکم: نجاستِ غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اس میں ایک درہم کی مقدار معاف ہے، اور نجاستِ خفیفہ میں ایک ربع یعنی چوتھائی حصہ معاف ہے، اور نجاستِ مرئیہ میں اس نجاست کا ازالہ کافی ہے یعنی اسے تین مرتبہ دھونا ضروری نہیں، لیکن اگر تین مرتبہ دھونے کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہے تو پھر تین مرتبہ سے زائد دھونا ضروری نہیں، نجاستِ غیر مرئیہ کو بہرصورت تین مرتبہ دھونا ضروری ہے (اس کی مکمل تفصیل آگے نجاستوں کے باب میں بیان ہوگی) گذشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ''طہارت'' (پاکی) کل چھ طرح کی نجاستوں

(ناپاکیوں) سے حاصل کی جائے گی:

(۱) حدثِ اکبر سے طہارت حاصل کرنا (غسل یا تیمّم کی صورت میں)

(۲) حدثِ اصغر سے طہارت حاصل کرنا (وضو یا تیمّم کی صورت میں)

(۳) نجاستِ غلیظہ مرئیہ سے طہارت حاصل کرنا (پاک پانی، مٹی، پتھر یا ٹشو پیپر وغیرہ سے)

(۴) نجاستِ غلیظہ غیر مرئیہ سے طہارت حاصل کرنا (〃 〃 〃 〃 〃 〃)

(۵) نجاستِ خفیفہ مرئیہ سے طہارت حاصل کرنا (〃 〃 〃 〃 〃 〃)

(۶) نجاستِ خفیفہ غیر مرئیہ سے طہارت حاصل کرنا (〃 〃 〃 〃 〃 〃)

پانی کی قسمیں اور ان کے مسائل واحکام

چونکہ طہارت حاصل کرنے کا سب سے بڑا اور عام ذریعہ پانی ہے، لہٰذا پانی کی اقسام اور ان سے متعلق شرعی احکام کو یہاں ابتداء ہی میں جان لینا چاہئے، البتہ یہاں یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ پانی کی اقسام اور ان کے مسائل ذکر کرتے ہوئے جن پانیوں کے بارے میں لکھا جائے گا کہ ''ان سے بھی پاکی حاصل کرنا جائز ہے'' تو ان میں سے بعض پانی کی ایسی قسمیں بھی ہونگی کہ جن سے آجکل (بالخصوص شہروں میں) عموماً وضو نہیں کیا جاتا، بلکہ بعض ایسے پانیوں کا ذکر بھی آئے گا کہ جن سے وضو کرنا بظاہر مناسب نہیں لیکن پھر بھی ایسے پانیوں کا ذکر مسئلہ کی مکمل تفصیل اور وضاحت کے لئے آجائے گا، اس کا ایک تو فائدہ یہ ہوگا کہ اس طرح مکمل مسئلہ سامنے رہے گا دوسرا یہ کہ کبھی عملاً بھی اس کی ضرورت پیش آسکتی ہے، کیونکہ بعض پانی ایسے ہیں کہ عام حالات میں اگرچہ ان سے وضو نہیں کیا جاتا لیکن کبھی ایسی صورتحال پیدا ہوسکتی ہے کہ کسی کو صرف وہی پانی میسر اور دستیاب ہو تو اگر ایسے شخص کو اس پانی سے وضو وغیرہ کے جائز ہو جانے کا علم نہ ہو تو عین ممکن ہے کہ ایسا شخص غلط فہمی کی بناء پر وضو کی بجائے تیمّم کر کے نماز پڑھ لے جبکہ اس طرح اس کی نماز نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس کے پاس ایسا پانی موجود تھا جس سے وضو کیا جا سکے، اس لئے مسئلہ کی ہر شِق کا بنیادی علم ہونا چاہئے، اگرچہ اس کی ضرورت کبھی کبھی پیش آتی ہو، مختصر یہ کہ جن پانیوں سے وضو کے جائز ہو جانے کا حکم بتلایا جائے گا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس طرح کے پانی سے وضو وغیرہ کرنے کا کوئی مشورہ دیا جا رہا ہے، کہ ان میں ہر ایک سے وضو ضرور کیا جائے بلکہ صرف یہ

Idara Ghufran

بتلانا مقصود ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی بنا پر اس طرح وضو کرلیا یا کبھی اس طرح سے وضو کرنے کی ضرورت پڑ گئی تو اس کا وضو صحیح ہو جائے گا۔

حضراتِ فقہائے کرام کی یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے کہ انہوں نے جو مسائل قرآن وسنت سے مستنبط کر کے اجماع وقیاس کی بنیاد پر لکھے ہیں تو ان میں ہمہ گیریت، احاطہ اور استیعاب کی شان آشکارا ہے، فقہاء رحمہم اللہ نے کثیر الوقوع اور نادر الوقوع دونوں طرح کے مسائل اور ان کے احکام لکھے ہیں، جو کرنے کے کام ہیں اس کی بھی اور جو نہ کرنے کے کام ہیں دونوں کی مکمل تفصیل لکھی ہے، کیونکہ ''فقہ'' ایک مدون ومرتب قانون کا نام ہے، اور قانون کی شان میں جامعیت ہونی چاہئے جیسے کثرت سے پیش آنے والے اور وقوع پذیر ہونے والے مسائل کا حل اس کی زینت بنتے ہیں تو کبھی کبھی پیش آمدہ جزئیات بھی اس کی گرفت اور احاطے میں داخل ہوں، کیونکہ مسئلہ سے متعلق ہر پہلو کا ذکر نہ ہونا یہ قانون کا ایک فنی سقم اور کمی سمجھی جاتی ہے، تو فقہا کو اللہ تعالیٰ اپنے شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائیں کہ ان کے اسلوب اور کلام میں نہایت اعلیٰ وارفع درجے کی شانِ جامعیت ومانعیت جلوہ گر ہے، فقہ اور فقہاء کے حاسدوں کو خدا ہدایت دے کہ جنہیں یہ خوبی بھی عیب نظر آتی ہے اور کمال سقم دکھائی دیتا ہے، کیونکہ فقاہت کے یہ ناداں دشمن فقہ کی ایسی جزئیات پر اکثر وبیشتر اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ جن کا ذکر ان کے کبھی کبھار واقع ہونے کی وجہ سے یا بظاہر نامناسب ہونے کی وجہ سے کسی حد تک باعثِ حیرت وتعجب ہوتا ہے، لیکن جیسا کہ ابھی اوپر واضح ہوا کہ یہ کوئی عیب اور اس پر اعتراض کی بات نہیں بلکہ خوبی اور کمال کی بات ہے، اس طرح کے سطحی اعتراض جس طرح مروجہ عدالتی قانون پر بے سود ہیں اور ہر کس وناکس ان بے سروپا اعتراضات کا سطحی پن اور ان کی بے وقعتی سمجھ سکتا ہے، تو بعینہٖ اسی طرح قانونِ اسلامی (فقہ) پر بھی یہ اعتراض بے ہودہ لایعنی، لغو اور قلتِ فہم (سمجھ کی کمی) پر مبنی ہے۔

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

مفتی محمد امجد حسین

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۷)

پیچھے زراعت کے متعلق عمومی تعارفی خاکہ پیش ہوا، آگے تجارت اور خرید وفروخت کے متعلق شرعی اصولوں اور احکام کا بھی ذکر آئے گا لیکن اس سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زراعت، کھیتی باڑی اور زمینوں کے متعلق اہم شرعی مباحث اور احکام کا مختصراً ذکر ہوجائے۔

زمینوں کی اقسام اور ان کے متعلق شرعی احکام

اسلام کی جامعیت، کاملیت اور آفاقیت کی شان اس کے ہر ہر حکم میں واضح طور پر نظر آتی ہے، ذرا زمینوں کے متعلق اسلام کے دائمی آفاقی قانون کی بھی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں [۱]

کسی زمین کی شرعی حیثیت اول وہلے میں وہ زمین اہل اسلام کے قبضہ، تصرف اور ملکیت میں آنے سے طے ہوتی ہے، شرعی اصولوں کی روشنی میں اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

جب کوئی ملک یا علاقہ پہلے پہل مسلمانوں کی ملکیت میں آجائے تو اس کی زمینیں ابتداء دو قسم پر ہوتی ہیں۔

(۱)......غیر مالکانہ زمینیں: جس کو فقہی اصطلاح میں ''اراضی مباحہ'' کہا جاتا ہے۔ اس قسم کی زمینوں کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا۔

(۲)) مالکانہ زمینیں: جن کے مالک متعین ہوں اور زمینیں ان کے قبضہ وتصرف میں ہوں اور ان کے

---

[۱] مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ کی معرکۃ الآراء کتاب اسلام کا نظام اراضی (موسوم بالقول الماضی فی احکام الاراضی) برصغیر پاک وہند کی زمینوں کے متعلق یہاں کی پوری اسلامی تاریخ کے تناظر میں اسلامی احکام پر مشتمل ہے اور اس کتاب کا ابتدائی خاکہ آپ نے اس وقت ترتیب دیا جب مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آیا۔ چونکہ یہ ملک اسلام کے نام پر ہی وجود میں آیا ہے اور ان علماء ربانیین کی پوری پوری علمی وعملی، نظریاتی وسیاسی جدوجہد سے ہی اس نئی اسلامی ریاست کی تشکیل ممکن ہوئی تھی اس لئے اس سے بڑی امیدیں اور اسلام کے عملی اجراء کی آرزوئیں سب اسلامیانِ پاکستان سے زیادہ ان بزرگوں کو تھیں چنانچہ اسلام کے عملی اجراء کے لئے اسلامی قانون سازی کا کام ان بزرگوں نے ہنگامی بنیادوں پر کیا اور یہاں کے مقتدر حلقوں کے لئے اسلام کے نفاذ سے فرار کے لئے کوئی عذر نہیں چھوڑا۔ اسلام کا نظام اراضی بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے لیکن تا ہنوز ملک کے نظام کو اسلامیانے کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکا۔

اے بسا آرزو کہ خاک شد

مضمون میں زمینوں کے متعلق تمام فقہی احکام اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ امجد

ملکیتی حق میں داخل ہوں۔ پھر کسی علاقہ کا مسلمانوں کے قبضہ میں آنے کی دوصورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جنگ کے ذریعے قہر وغلبہ کے ساتھ اس کو فتح کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ بغیر جنگ کے صلح اور امان کے ساتھ وہ علاقہ فتح ہوجائے، پھر صلح کے ساتھ فتح ہونے کی یہ صورتیں ہیں۔

الف: وہ ملک یا علاقہ والے مسلمان ہوجائیں۔

ب: اپنے مذہب قدیم پر رہتے ہوئے صلح کے ساتھ ملک مسلمانوں کے حوالے کردیں۔

ج: ملک یا علاقہ حوالے نہ کریں بلکہ باج وخراج، جزیہ پر معاہدہ ہوجائے کہ مثلاً سالانہ وہ اتنا جزیہ اسلامی سلطنت کو ادا کرتے رہیں گے [1]

---

[1] یہ کم سے کم درجہ ہے اسلامی سلطنت کی سیاسی بالادستی تسلیم کرنے کا۔ اور دیکھا جائے تو اسلام کے حکم جہاد میں جہاد اقدامی کے جو آداب واحکام ہیں کہ مسلمانوں کا امیر مقابل غیر مسلم قوم کو اول اسلام کی دعوت دے اگر وہ اسلام لے آئیں تو سب حقوق وفرائض میں مسلمانوں کے برابر ہوجائیں گے اور امت مسلمہ کا جزء بن جائیں گے، اگر اس پر آمادہ نہ ہوں تو پھر اسلام کی شوکت وبرتری اور اسلامی سلطنت کی بالادستی تسلیم کرتے ہوئے جزیہ وخراج دینے کا عہد کریں، اس پر بھی آمادہ نہ ہوں تو پھر ان کے ساتھ قتال ہوگا اس قتال کے نتیجہ میں وہ علاقہ فتح ہوجائے تو پھر مسلمان ان کفار کے ساتھ کسی معاہدہ کے پابند نہ ہوں گے بلکہ اسلامی احکام کے تحت ان زمینوں کا فیصلہ کریں گے۔ اوپر جو زمینوں کی قسمیں شرعی احکام کے تناظر میں بنائی گئی ہیں وہ جہاد اقدامی کے تحت کفار کے ساتھ ان مذکورہ مختلف معاملوں اور مرحلوں کی صورت میں ہی وجود میں آتی ہیں۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ جہاد اقدامی کی صورت میں بھی اسلام ترغیب و دعوت کی حد تک ترجیح اس کو دیتا ہے کہ کفار کفر کی تاریکی سے نکل کر اسلام کی روشنی میں آجائیں، ورنہ کم از کم جزیہ کی ادائیگی کی صورت میں اسلام کی سیاسی بالادستی کو تسلیم کرلیں گو اپنے مذاہب پر ہی قائم رہیں۔

اگر اس پر بھی آمادہ نہیں تو پھر ان کے ساتھ جنگ ہوگی اور جنگ وقتال کے ذریعے اسلام کی بالادستی اللہ کی زمین پر قائم کی جائے گی، کفر بے شک باقی رہے لیکن سرنگوں ہوکر رہے، جیسا کہ ان آیات سے واضح ہوتا ہے **لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا** (سورہ توبہ آیت ۴) **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون** (سورہ صف آیت ۹) باقی جہاد دفاعی میں تو مسلمان مظلوم ہوتے ہیں اور جارحیت کا شکار ہوتے ہیں اس میں تو علاقے فتح کرنے کا نہیں بلکہ اپنے ملک و علاقوں کو بچانے کا سوال ہوتا ہے اور ہنگامی حالت ہوتی ہے اس کے احکام بھی ہنگامی نوعیت کے ہیں اور یہ جہاد دفاعی ان لوگوں پر نماز روزے کی طرح فرض عین ہوجاتا ہے جو اس جارحیت کی زد میں آتے ہیں، اگر وہ مقابلے کے لئے کافی ہوں تو ٹھیک ورنہ اس کی فرضیت کا دائرہ پھیلتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ مشرق سے مغرب تک پھیل سکتا ہے۔

جبکہ جہاد اقدامی عام حالات میں فرض کفایہ ہوتا ہے اس کا سلسلہ جاری رکھنا مسلمانوں کے حاکم کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ پس اسلام کے فلسفہ جہاد (اقدامی) کا بڑا مقصد کفر کی شوکت کو توڑنا اور اسلام کی سیاسی بالادستی کو قائم کرنا ہے کہ کافر تو میں اور ملتیں مسلمانوں سے دب کر رہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور ریشہ دوانیاں نہ کرسکیں اگر کرنے کی کوشش کریں تو مسلمانوں کو سیاسی غلبہ حاصل ہونے کی وجہ سے مسلمان ان کو قرار واقعی سزا دیں۔ کفر کو بالکل مٹانا جہاد اقدامی کا مقصد نہیں۔ گو اسلام اس کے پورے پورے مواقع ضرور فراہم کرتا ہے اور اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے کہ اہل کفر اسلام کی روشنی میں آجائیں۔ اسلام کی خوبیاں ان پر واضح ہوں (ان امور کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم کا مقالہ جہاد اقدامی یا دفاعی۔ مشمولہ فقہی مقالات ج۱)

اب جو زمینوں کی پہلی قسم ہے یعنی غیر مالکانہ زمینیں یا اراضی مباحہ، ان کے احکام صلح و جنگ دونوں صورتوں میں یکساں ہیں یعنی ملک و علاقہ خواہ جنگ و جہاد سے فتح ہو یا صلح سے فتح ہو اور خواہ علاقے والے مسلمان ہو کر ملک حوالے کریں یا اپنے مذہب پر رہتے ہوئے علاقہ حوالہ کریں بہرصورت ان غیر مالکانہ زمینوں کے ایک ہی طرح احکام ہیں۔

(باقی ایک صورت رہ گئی کہ خراج و جزیہ پر صلح ہو جائے کہ کافر مسلمانوں کو سالانہ اتنا خراج ادا کریں گے اور مسلمان ان کے علاقوں سے کوئی غرض نہ رکھیں گے تو اس صورت میں ظاہر ہے یہ زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہی نہیں آتی لہٰذا مسلمانوں کو ان زمینوں سے کوئی غرض نہ ہوگی)

غیر مالکانہ زمینوں کی اقسام

غیر مالکانہ زمینوں کی تین قسمیں ہیں:

الف: وہ جو آبادی میں یا آبادی کے قریب بستی والوں کے عام اور مشترک ضروریات میں کار آمد ہیں جیسے بستی کے اندر گلی کوچے اور سڑکیں یا بستی سے باہر قبرستان، عیدگاہ، چراگاہ وغیرہ۔

ب: غیر آباد جنگلات اور بیکار پہاڑی زمینیں جو نہ کسی خاص شخص کی ملک میں داخل ہیں اور نہ کسی بستی سے متعلق ہیں اور نہ عملاً قابلِ زراعت اور قابل انتفاع ہیں۔

ج: وہ غیر مملوک زمینیں جو کسی بستی کی ضروریات میں مشغول نہیں مگر زراعت و انتفاع کے قابل ہیں ان کو بیت المال کی اراضی کہا جاتا ہے۔

غیر مالکانہ زمینوں کے احکام

ان غیر مملوک زمینوں کی پہلی قسم کا حکم یہ ہے کہ کسی بھی وقت کسی شخص کا ان پر مالکانہ قبضہ جائز نہیں نہ مسلمانوں کا حاکم ان کا مالک بن سکتا ہے اور نہ حکومت کسی اور کو ان کا مالک بنا سکتی ہے اور نہ کسی کو بطور جاگیر دے سکتی ہے (یہاں کے عرف میں یہ اراضی شاملات کہلاتی ہیں) یہ زمینیں ہمیشہ اُس علاقہ والوں کی مشترک اور عام ضروریات کے لئے وقف کی طرح رہیں گی جس علاقہ سے یہ زمینیں متعلق ہیں (والتفصیل فی البدائع و الصنائع کتاب الاراضی ج ٦)

اسی طرح نمک وغیرہ کی کانیں، تیل، گیس، پٹرول کے کنویں جو سب لوگوں کی ضروریات زندگی میں شامل ہیں خواہ کسی بستی، آبادی کے قریب ہوں یا دور وہ بھی کسی شخص کی مِلک یا جاگیر نہیں بن سکتیں، نہ حکومت کسی

Idara Ghufran

کو مالکانہ طور پر دے سکتی ہے بلکہ رفاہ عام کے لئے حکومت اس کا انتظام سنبھالے گی [1]

دوسری قسم کی زمینیں جن سے نہ کسی بستی کی ضروریات متعلق ہیں، نہ کسی کی ملک میں داخل ہیں اور نہ عملاً قابل زراعت ومنفعت ہیں یہ زمینیں ''ارض موات'' کہلاتی ہیں۔ان کا حکم یہ ہے کہ حکومت سے اجازت لے کر جو شخص ان کو آباد کرے گا اور قابل منفعت بنائے گا وہی اس کا مالک ہو جاتا ہے خواہ آباد کرنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلم (یعنی ذمی) [2]

قسم سوم اراضی بیت المال: یعنی وہ زمین جو کسی شخص کی ملکیتی نہیں اور کسی بستی کی حاجات عامہ میں مشغول بھی نہیں مگر آبادی اور زراعت کے قابل ہے اس قسم کی زمینوں کا حکم یہ ہے کہ ان کی آمدنی ان لوگوں پر خرچ ہوگی جن کا بیت المال میں کوئی حق ہے۔(اس کی تفصیل آگے ان زمینوں کے مصارف کے تحت ہم ذکر کریں گے)۔حکومت کی طرف سے جاگیریں دینے،قوم وملت کے لئے کارآمد لوگوں کو زمین عطیہ میں دینے وغیرہ کا تعلق بھی زیادہ تر اسی قسم کی زمینوں سے ہے۔ان زمینوں کی پھر مختلف شکلیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

الف: وہ زمینیں جو ملک فتح ہونے تک ہی کسی کی ملکیت میں نہ تھیں ویسے پڑی تھیں۔

ب: وہ زمینیں جو ابتداء اگرچہ کسی کی ملک میں تھیں مگر وہ شخص لاوارث مرگیا اور زمین بحق سرکار بیت المال میں داخل ہوگئی (فقہی اصطلاح میں ان زمینوں کو اراضی سلطانیہ بھی کہتے ہیں)

ج: کوئی ملک یا علاقہ فتح ہوگیا اور مال غنیمت میں پانچواں حصہ جو بیت المال کو جاتا ہے جس کو خمس کہتے ہیں اس خمس میں جو زمینیں شامل ہوں گی وہ بھی اراضی بیت المال ہیں۔

د: جو ملک جنگ کر کے قہراً فتح کیا جائے تو وہاں کی زمینوں میں مسلمان امیر (حاکم) کو یہ بھی اختیار ہے کہ ساری زمین بیت المال کے قبضہ میں داخل کر لے، نہ فاتحین میں تقسیم کرے اور نہ اصل مالکوں کی ملکیت میں چھوڑے بلکہ سرکاری تولیت میں داخل کرے اس صورت میں یہ زمینیں بھی اراضی بیت المال میں شمار

---

[1] چنانچہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابیض بن حمال مازنی کی درخواست پر مَارَب کی زمینیں انہیں عطا فرما دیں اور بعد میں معلوم ہوا کہ اس زمین سے نمک نکلتا ہے تو واپس لے لی۔(کتاب الاموال لابی عبید بحوالہ اسلام کا نظام اراضی ص ۲۰)

[2] حدیث شریف میں ہے من احیا ارضاً میتةً فھی له (کتاب الاموال لابی عبید بحواله سابق)۔امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کتاب الخراج میں فرمایا ہے:

وللامام ان یقطع کل موات و کل ما لیس فیه ملک لاحد ویعمل بما یجری انه خیر للمسلمین شامی ۳/۲۶۶ حواله بالا.

ہوں گی۔

ہ: اس مذکورہ صورت میں سب کی بجائے بعض خاص خاص زمینیں انتخاب کر کے بھی حاکم بیت المال میں داخل کرسکتا ہے تب اتنی زمینیں ہی اراضی بیت المال کہلائیں گی (باقی چاہے فاتحین میں تقسیم کرے چاہے خراج عائد کر کے مالکوں کے پاس رہنے دے۔یعنی امیر وقت کی صوابدید پر ہے) امیر کی طرف سے زمینوں کے اس چناؤ اور انتخاب میں وہ زمینیں بھی آجاتی ہیں جن کے مالک یا تو معرکوں میں قتل ہو گئے یا زمینیں چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کی فتح کے وقت کیا تھا۔

غیر مالکانہ اراضی کی تیسری قسم یعنی اراضی بیت المال کے مصارف

ان زمینوں یا ان کی آمدنی کا مصرف وہ لوگ ہیں جن کا بیت المال میں کوئی حق ہے مثلاً فقراء، مساکین، یتیم، بیوائیں، غریب الوطن مسافر، بیمار، اپاہج، مجاہدین، اسلامی لشکر، علماء وقاضی، عمّال سلطنت،

ان کے علاوہ رفاہ عامہ کے کاموں میں بھی ان زمینوں کی آمدنی (بیت المال کے مصارف کے ضمن میں) خرچ کی جاسکتی ہے، مثلاً دریاؤں کے پل، سرحدوں کی حفاظت، مساجد، مدارس، شفاخانوں، خانقاہوں وغیرہ کی تعمیر اور انتظام وانصرام میں۔

اراضی بیت المال میں امیرِ وقت یعنی سلطانِ اسلام کے اختیارات

حاکمِ وقت کو ان زمینوں کے متعلق درج ذیل اختیارات حاصل ہیں ان میں سے جس وقت جس صورت کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے زیادہ مفید ومناسب سمجھے اختیار کرے۔

(۱)......قابل زراعت زمینوں میں سرکاری طور پر کاشت کرائے یا کاشتکاروں کو بٹائی یا لگان پر دے۔

(۲)......اگر ضرورت یا مصلحت کا تقاضہ ہو تو سلطان ان اراضی کو فروخت کر کے قیمت بیت المال میں داخل کرسکتا ہے۔

(۳)......کسی شخص کی اسلامی خدمات یا فقر وفاقہ یا معذوری کی وجہ سے اسے مستحق سمجھ کر سلطان اراضی بیت المال میں سے زمین کا کوئی رقبہ اسے بطور جاگیر بھی دے سکتا ہے۔ اس کی تعیین وتشخیص سلطان کے اختیار پر ہے۔ پھر یہ جاگیر دینے کی بھی مختلف صورتیں ہیں حسب مصلحت وموقعہ امیر وقت ان میں سے کوئی صورت اختیار کرسکتا ہے (اس کی تفصیل آگے آئے گی) اس جاگیر دینے کو فقہی اصطلاح میں ''اقطاع'' کہا جاتا ہے۔

(جاری ہے............)

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت　　مفتی محمد رضوان

اولاد کی تربیت کے آداب (قسط۲)

بچوں کی شوق اور خوف کے ذریعہ سے تربیت

اللہ تعالیٰ نے ہرانسان میں فطری طور پر کچھ ایسی صلاحیتیں اور طاقتیں ودیعت فرمائی ہیں کہ ان کا اچھا استعمال بھی ممکن ہے اور برا استعمال بھی، اگر ان کا اچھا اور صحیح استعمال کیا جائے تو اس پر اچھی عمارت قائم ہوتی ہے اور اچھے اخلاق اور اچھی صفات پیدا ہوتی ہیں، اور برا استعمال کیا جائے تو بری عمارت پروان چڑھتی ہے اور گندے و برے اخلاق اور بری صفات پیدا ہوتی ہیں، اسی کے ساتھ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے اگر اچھی چیز اپنی حد سے آگے بڑھ جائے تو وہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو، وہ پھر اچھی نہیں رہتی، اور بچہ اپنی عقل ورائے کے ناقص ہونے کے باعث خود سے ان صلاحیتوں کے اچھے اور برے استعمال اور ان کے نتائج وثمرات اور حد بندیوں سے ناواقف ہوتا ہے۔

اس لئے اولاد کی تربیت کرنے والے مربی کی ذمہ داریوں میں یہ بھی شامل ہے کہ ان صلاحیتوں کے استعمال کا رُخ اچھی چیزوں کی طرف کرنے اور بری چیزوں سے پھیرنے کی کوشش کرے، انسان کے اندر رکھی اور چھپی ہوئی ان صلاحیتوں میں سے ایک صلاحیت یا خصلت شوق کی ہے، اسی جذبہ سے محبت وانسیت اور امید وشجاعت بھی پیدا ہوتی ہے، اور دوسری صلاحیت یا خصلت خوف کی ہے اسی سے نفرت اور کراہیت وبزدلی بھی پیدا ہوتی ہے۔

یہ ایک لازمی اور بالکل واضح بات ہے کہ دنیا میں بہت سی چیزیں انسان کے لئے دنیا وآخرت کے لحاظ سے مضر اور نقصان دہ ہیں، اس لئے ان سے نفرت وکراہیت پیدا کرنے اور ان کے مضر ونقصان دہ ثمرات واثرات سامنے رکھ کر خوف کی صلاحیت بروئے کار لانے کی ضرورت ہے، اور اس کے برعکس دنیا میں بہت سے چیزیں ایسی ہیں کہ وہ دنیا وآخرت کے لحاظ سے مفید یا ضروری ہیں، اس لئے ان سے محبت والفت اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے شوق کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔

لہٰذا ایک مربی کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ موقع بموقع بچہ کے ذہن میں ہر دو قسم کی چیزوں کے مناسب

پہلوؤں کی نشاندہی کر کے شوق اور خوف کو اس کے اندر ڈالتا رہے، اور جا بجا بچہ کو بھلی بری چیز کی نشاندہی کر کے اچھا و برا ہونا ذہن نشین کرتا رہے، اور مربی کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچہ کے لئے شوق اور خوف کی حد بندی بھی کر دے، شوق کی اگر حد بندی نہ کی جائے تو اس کی وجہ سے دنیا اور مال کی بے جا محبت ہوتی ہے۔ اور خوف کی اگر حد بندی نہ کی جائے تو اس کے نتیجہ میں بچہ بہادری وشجاعت جو کہ اچھی خصلت ہے اس سے محروم ہوسکتا ہے، اور بزدلی جو کہ بری خصلت ہے اس کا شکار ہوسکتا ہے، اس لئے بچہ میں خوف پیدا کرنے کی کوشش کرتے وقت اس چیز کا لحاظ بھی ضروری ہوگا کہ وہ بزدلی میں مبتلا اور شجاعت و بہادری کی نعمت سے محروم نہ ہوجائے۔

ایک مربی کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچہ کو اس کی ذہنی سطح کا لحاظ کرتے ہوئے بتلائے کہ وہ کیا چیز پسند کرے، کس سے محبت کرے اور کس طرح محبت کرے، کس کے ساتھ کس طرح ہمدردی اور محبت ومودت کا سلوک کرے، بات کرنے کا انداز کیا ہو، لہجہ کیسا ہو۔

پاکی ناپاکی کے مواقع پر اسے پاکی کا شوق دلائے اور ناپاکی سے نفرت وکراہیت اس کے ذہن میں ڈالے، صفائی کے معاملات میں صفائی کی خوبیاں اس کے ذہن نشین کرے، اور اس کو صفائی کا شوقین بنانے کی کوشش کرے، اور گندگی ومیل وکچیل سے کراہیت ونفرت اس کے ذہن میں ڈالے۔

مضر اشیاء مثلاً سگریٹ نوشی، اور نشہ آور اشیاء سے اس کے دل ودماغ میں نفرت وکراہیت پیدا کرنے کی کوشش کرے، اور ان چیزوں کے بُرے اور بھیانک نتائج وثمرات بیان کر کے اس کو خوف دلائے۔

بچہ کے دل ودماغ میں اللہ اور اس کے رسول اور جنت کی محبت اور شوق دلائے اور آسان پیرائے میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، کبریائی، اس کے انعام واکرام اور نعمتوں کو گنوائے، اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور آپ کی عظمت کو اس کے دل ودماغ میں ڈالنے کی کوشش کرے، اور اس کے سامنے جنت کی عالیشان نعمتوں کا تذکرہ کرے، تاکہ اسے جنت کا شوق ہوجائے۔

اور اسی کے ساتھ اسے جہنم اور قبر کے عذاب سے خوف دلائے اور پھر اسی کے ساتھ اس شوق اور خوف کو واسطہ بناتے ہوئے اس کو بتلائے کہ کن چیزوں سے انسان اللہ کو راضی کرنے والا بنتا ہے اور کن چیزوں سے ناراض کرنے والا بنتا ہے، کن کاموں سے جنت کا مستحق بنتا ہے اور کس قسم کے کاموں سے جہنم کا مستحق بنتا ہے، کس قسم کی حرکتوں سے قبر کے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اور کن چیزوں سے قبر کے عذاب سے

بچتا ہے۔

مثلاً بچہ کو بتلائے کہ اگر پیشاب کی چھینٹوں سے کوئی نہیں بچتا اور جسم یا کپڑوں پر پیشاب کے قطرے یا چھینٹیں لگی چھوڑ دیتا ہے تو اس کو مرنے کے بعد قبر میں عذاب اور تکلیف ہوتی ہے۔

اسی طرح بچے کو سچ بولنے کا عادی بنائے اس کے سامنے سچ کے فوائد اور منافع بیان کرے اور اس کے مقابلہ میں جھوٹ کے نقصانات کا تذکرہ کرے، اور ضرورت کے موقعہ پر مختلف قسم کے واقعات اور قصوں سے اس کو نصیحت و عبرت دلائے۔

اسی طرح ایک مربی کو چاہیئے کہ وہ بچہ کو چوری چکاری اور دوسروں کی چیز بغیر اس کے اجازت کے بلکہ بغیر دوسرے کی خوشدلی کے حاصل کر لینے اور لے لینے کا خوف دلائے اور اس سے نفرت و کراہیت اس کے دل میں ڈالے۔

اسی طرح بچہ کے دل و دماغ میں دوسروں کی مدد کرنے اور ضرورت مندوں کا تعاون کرنے کی خوبیاں اور اس کے دنیوی و اُخروی فوائد کا تذکرہ کر کے ان کاموں کا اس کو شوق دلائے۔

امید بھی انسان کو شوق سے قائم ہوتی ہے یعنی جس چیز کا انسان کو شوق ہوتا ہے، اس کی امید اور انتظار بھی ہوتا ہے، اس لئے کس چیز کی امید اچھی ہے اور کس کی بری، یہ بھی بچے کو سمجھانا مربی کی ذمہ داری میں داخل ہے۔

مثلاً اگر بچہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے اپنی امیدیں باندھ کر بیٹھ گیا ہے اور اس نے یقین کر لیا ہے کہ مجھے فلاں چیز سے فلاں فائدہ اور فلاں نفع ضرور پہنچے گا تو اسے دنیا سے اس قسم کی امیدیں وابستہ کرنے سے بچائے اور اسے بتلائے کہ بھروسہ صرف اللہ کی ذات پر رکھنا چاہیئے، دنیا اور اس کی سب چیزیں فناء اور ختم ہونے والی ہیں، معلوم نہیں کہ کون سی چیز کب ختم ہو جائے، اس لئے ان فانی اور ختم ہونے والی چیزوں پر اپنے کاموں کی ساری بنیاد نہ رکھی جائے۔

غرضیکہ ہر طرح سے بچے کی نقل و حرکات پر نظر رکھ کر اس کی رہنمائی اور اس کو محبت و پیار کے ساتھ وعظ و نصیحت کرتا رہے، اور یہ یاد رکھے کہ بچہ کا دل و دماغ ایک سفید تختی کی طرح ہے اس پر جو کچھ بھی نقش کر دیا جائے، اس کا رنگ اس پر چڑھ جائے گا۔

(جاری ہے............)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ

ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیحُ الامت (قسط۱۳)

(بنام محمد رضوان)

''مسیحُ الامت حضرت مولانا محمد مسیحُ اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کی وہ مراسلت جو مفتی محمد رضوان صاحب کے ساتھ ہوئی، ماہنامہ ''التبلیغ'' میں یہ مراسلت قسط وار شائع کی جارہی ہے''

عرض...... وساوس واوھام میں ابتلاء بکثرت تو نہیں لیکن اقل سے کم بھی نہیں، احقر یہ بات بھی جانتا ہے کہ وساوس مرض نہیں مگر مخل محسوس ہوتے ہیں۔

ارشاد...... کیا مخل لاپرواہ ذہن ہو۔ [۱]

عرض...... کیا جبکہ ایسے وقت بے التفاتی بھی معین نہ ہو تو کیا علاج ہے؟

ارشاد...... بے التفات ہو کر کیا حرج ہے۔ [۲]

عرض...... نظر بد سے کلیتہً (پوری طرح) حفاظت نہیں۔

ارشاد...... آپ سے تعجب ہے اور قینچی کیوں بنائی تھی؟ [۳]

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ جب اُدھر سے ذہن کو لاپرواہ کرلیا جائے تو پھر اُن وساوس کے مُخل ہونے کا کیا مطلب اور کیا معنیٰ؟

[۲] مطلب یہ ہے کہ جب وساوس سے بے التفاتی اور بے توجہی اختیار کرلی جائے تو پھر اُن سے کوئی حرج اور نقصان نہیں۔

[۳] احقر نے اپنی اصلاحی کاپی کی پُشت پر اپنی یادداشت واستحضار کے لئے ایک قینچی کا نقشہ بنایا ہوا تھا، جس کی شکل یہ تھی کہ جس جگہ قینچی کے دونوں پھلوں کے درمیان کسی چیز کو رکھ کر اُسے کاٹا جاتا ہے وہاں لفظِ ''شیطان'' لکھدیا تھا اور قینچی سے کوئی چیز کاٹتے وقت جب دونوں حلقوں کو آپس میں ملایا جاتا ہے اور درمیان میں ایک حلقہ بن جاتا ہے اُس حلقہ والی جگہ میں لفظِ ''نفس'' لکھا ہوا تھا اور قینچی کے ایک طرف کے دستے والے حلقہ میں لفظِ ''صبر'' اور دوسری طرف کے حلقہ میں لفظِ ''ہمت'' لکھا ہوا تھا، اور اُن دونوں سے دودو تیر کے نشان بنا کر درمیان میں لفظِ ''نفس'' لکھ کر ایک ایک تیر کا نشان اُس کی طرف اور ایک ایک تیر کا نشان شیطان کی طرف پہنچایا ہوا تھا، اور اس قینچی کے نیچے درجِ ذیل مضمون درج کیا ہوا تھا:

مرکزِ صبر اور مرکزِ ہمت سے دودو تیر جاری ہوئے، ایک نفس کی طرف، اور ایک شیطان کی طرف، اور شیطان کا انقطاع کیونکہ اپنی ذات سے ضروری ہے مثل قینچی کی دونوں دھاروں کے درمیان، اور نفس کا انقطاع نہیں البتہ قابو مع البقاء ہے، اس لیے وہ گویا اندرونِ بطن ہے۔

جس کا مطلب یہ تھا کہ کسی بھی نیک یا گناہ والے عمل کے وقت صبر وہمت کو استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور صبر وہمت کی زَد نفس اور شیطان پر لگانی پڑتی ہے، اور کیونکہ نفس کا محل صوفیائے کرام نے ناف کے نیچے بتلایا ہے، ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عرض...... دورانِ عبادت مثلاً نماز پڑھتے وقت یا تلاوتِ قرآن مجید کے وقت کوئی شخص آجاتا ہے تو دل میں یہ خیال آنے لگتا ہے کہ اس وقت ریا کاری میں ابتلاء جاری ہے۔

ارشاد...... کیا بالارادہ بالقصد ارادہ ''اعزاز عندالناس'' ہوتا ہے؟ ۱

عرض...... جبکہ عبادت شروع کرتے وقت بحمداللہ اخلاص (اگرچہ ادنیٰ درجہ کا ہی ہو) ہوتا ہے اس شائبہ کو دبانے کے لئے کبھی سوچتا ہوں کہ عبادت میں تقصیر وتخفیف کردوں لیکن ساتھ ہی یہ خیال جمانا چاہتا ہوں بلکہ جمالیتا ہوں کہ میں اپنے اللہ جل شانہ کے سامنے تنہا جنگل میں موجود ہوں کوئی بھی غیر اللہ نہیں دیکھ رہا کیا ایسا کرنا درست ہے اور اس طرح مرض کا ازالہ احقر کے حق میں درست ہے؟

ارشاد...... بالکل درست ہے۔ ۲

عرض...... پہلے اگر کسی پر غصہ آتا تھا تو عقلی اثر کے ساتھ طبعی اثر بھی تادیر قائم رہتا تھا۔ اب یہ حالت ہے کہ جب کسی پر غصہ آتا ہے تو فوراً دل میں خیال آتا ہے کہ یہ مخاطب شخص بھی کسی کا بچہ ہوگا اور اس کی ماں کو اس سے کتنی محبت ہوگی۔ اس نے کتنی محنت سے اس کی پرورش کی اور تو غصہ کرتا ہے یا حسد کرتا ہے۔ اگر اس کی ماں کو اس کا پتہ چلے تو اس کی کیا حالت ہوگی یا اس کی جگہ اگر میں ہی ہوتا تو میری والدہ کی کیا حالت ہوتی اور کیا گزرتی؟ اس خیال سے بحمداللہ تعالیٰ عقلی کے ساتھ ساتھ فوراً طبعی اثر بھی اختتام کو پہنچ جاتا ہے۔

ارشاد...... بہت خوب، خشوع حاصل۔ ۳

عرض...... احقر کی نظر ہر وقت نیچی نہیں رہتی، طبیعت پر زور ڈال کر رکھتا ہوں تو ہو جاتی ہے مگر یہ بات ہر وقت نہیں رہتی۔

﴿گذشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾ اور نفس کی مثال شریر مزدور کی بیان فرمائی ہے، جس کے بعض حقوق ہیں اور بعض حظوظ ہیں، اس لیے نفس کو سُدھار کر اور اس کی شرارت وحظوظ ختم کر کے اس کے حقوق پورے کرنے کا حکم ہے، تلَف کرنے کی اجازت نہیں، اس لیے نفس کا بقاء مع الاصلاح ضروری ہے اور اس کے برخلاف شیطان کا کوئی حق نہیں، اس سے پوری طرح حفاظت کی ضرورت ہے، اس لیے اس کو گویا کہ اپنی ذات کے ساتھ باقی رکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ اپنی ذات سے قطع کردینے کی ضرورت ہے۔ اور کیونکہ حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کو اس قینچی کا عِلم تھا اس لیے حضرت والا رحمہ اللہ نے اس کی طرف اشارہ کر کے تنبیہ فرمائی۔ محمد رضوان۔

۱ حضرت کے اس کلام سے واضح ہوا کہ اپنے قصد وارادہ سے لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو معزز ظاہر کرنا ریا کاری ہے، اور اگر اپنے قصد وارادہ کو اس میں دخل نہ ہو تو وہ ریا کاری نہیں بلکہ وہم اور وسوسہ ہے۔

۲ علاج خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ مرض کا دفع کرنا اصل مقصود ہوتا ہے اور جس طریقے، ذریعے وطریقۂ علاج سے اصل مقصود حاصل ہو جائے تو اس کا اختیار کرنا درست ہے بشرطیکہ وہ طریقۂ علاج جائز ہو اور اس کو مقصود بھی نہ سمجھا جائے۔

۳ غصہ کے ازالہ اور دوسرے پر رحمدلی کو حضرت والا نے خشوع سے تعبیر فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے ساتھ رحمدلی وشفقت کو بھی خشوع سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

ارشاد......نظر بد سے تو محفوظ۔ نہ ہونیچی۔ بس بدنظری اور بدزبانی سے بمضبوط محفوظ۔ ۱؎

عرض......احقر میں ایک کوتاہی یہ ہے کہ بات ضبط نہیں ہوتی اگر کسی بات کو دوسروں سے مضمر رکھنے میں مصلحت معلوم ہوتو باوجود کوشش کے پھر بھی اتفاقاً کسی کے سامنے ذکر ہو ہی جاتا ہے، ذکر کرنے کے بعد احساس ہوتا ہے مگر جب چڑیاں چگ گئیں کھیت پھر کیا ہوتا ہے۔

اسی طرح احتیاط کے باوجود زبان سے کوئی نہ کوئی غیر ضروری کلام صادر ہو جاتا ہے بعد میں تنبہ ہوتا ہے۔ نیز سماعتِ غیبت میں کبھی تلذذ محسوس ہوتا ہے مگر بعد میں احساس ہوتا ہے تو بہ بھی ہو جاتی ہے۔ مگر کاش کہ یہ احساس و شرمندگی پہلے ہی محسوس ہو جایا کرے تاکہ ان چیزوں کا ارتکاب ہی نہ ہو۔

ارشاد......شروع سے یہاں تک پڑھا جن کوتاہیوں کو ظاہر فرمایا ہے الحمدللہ تعالیٰ احساسِ کوتاہی پر اتمام کا قصد ہے یہ احساس کافی ہے۔ ۱؎

عرض......کبھی کبھی طول امل کی امنگی پیدا ہوتی ہیں۔

ارشاد......کس نوع کی؟

عرض......امنگیں اس نوع کی ہوتی ہیں کہ اس طرح کا رہائشی مکان ہوگا اس نوع کا طرز عمل ہوگا جبکہ ایک لمحہ بقاء کا تیقن نہیں۔

ارشاد......کیا ایسے وساوس قابلِ التفات ہیں جبکہ فناء یقینی ہے۔ ۲؎

عرض......الحمدللہ نظر بد کی قینچی متحضر ہو کر مشغول فی العمل ہوگئی۔

ارشاد......مبارک ہو، ثبات۔

عرض......آج بعد العصر بحالتِ خلوت طبیعت میں ایسے فعل کا تقاضا ہوا جو فی نفسہ مباح لیکن فی غیرہ منہی عنہ تھا اور نظر صرف مباحیت لعینہٖ تک محدود تھی اور منہی لغیرہ کا عقلاً اگرچہ احساس تھا مگر مغلوب درجہ میں اسی دوران احقر کو تصوف کا یہ قاعدہ بحمداللہ تعالیٰ یاد آ گیا کہ عقل بادشاہ ہے اور طبیعت عقل کے اور عقل شریعت کے تابع ہے یہ فرمان بھی آپ والا سے ہی سنا تھا، اور تھوڑی دیر کشمکش کے بعد الحمدللہ اس عمل سے بچنے کی

۱؎ جب مرض کو مرض سمجھا جائے اور اس کے علاج وزوال کی فکر واحساس بھی اس درجہ کا ہو کہ قصد وارادہ بھی اس سے بچنے کا ہوتو یہ کافی ہے، البتہ اگر احساس ہی نہ ہو یا احساس تو ہو مگر قصد وارادہ اس کے ساتھ شامل نہ ہوتو کافی نہیں۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ جب مستقبل کے متعلق مختلف قسم کی امنگیں پیدا ہوں تو ان کی طرف توجہ نہ کی جائے، اور دنیا کے فانی اور موت کے یقینی ہونے کا استحضار کیا جائے۔

Idara Ghufran

توفیق ہوگئی اب اس کا عہد کر چکا ہوں کہ انشاءاللہ ہر ہر عمل کو اسی طرح حسبِ قاعدہ جانچ کر عمل کیا کروں گا پھر چند مثالوں سے اس قاعدہ کو دماغ میں بٹھایا اور تھوڑی ہی دیر میں ایسا لگا کہ یہ قاعدہ آج ہی حاصل ہوا جو کہ نہایت جامع اور پوری زندگی پر محیط ہے اگر ہر عمل کو اس قاعدہ پر جانچ کر کیا جائے تو امید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ بہت تیزی اور سریع الفئی سے منازل طے ہوسکتی ہیں اور طبیعت مغلوب ہوسکتی ہے جو کہ تصوف کا حاصل ہے۔

ارشاد...... یہ عقل اور فہم کی رسائی بفہمِ سلیم مبارک، اللہ تعالیٰ استقامتِ دوام سے نوازیں۔

عرض...... اگر رات و دن کے کسی معمول میں بعذر کوئی معمول ترک ہوجائے تو کیا تسکین طبع کے لئے اس کو دوسرے وقت میں ادا کرلینا بہتر ہے۔

ارشاد...... جی ہاں۔

عرض...... غلط قسم کے وساوس میں قلب میں ورود ہوتا تھا بندہ بتکلف لاپرواہ ہوجاتا ہے اور بے التفاتی اختیار کرلیتا تھا لیکن اس سے وساوس کا دفعیہ یک لخت نہ ہوتا تھا کل اچانک بعض بزرگوں کا یہ فرمان یاد آیا کہ صنما دل من خراب مکن۔ آخر این خانۂ خدا است۔ اور ساتھ ہی حدیث قدسی کہ لایسعونی الارض والسمآء ولکن یسعونی قلب المؤمن کا مضمون ذہن میں آیا کہ اس قلب میں جو کہ ایسی ذات بابرکات کا موسع ہے اتنی خراب چیز وساوس کو جگہ دی واللہ اس سوچ سے فوراً وساوس کا اثر زائل ہوا اور یہ نسخہ بشکرًا للہ وبفضلہٖ بہت مفید ثابت ہوا۔

ارشاد...... عظمتِ کلام بحبت مبارک۔ ثبات، انضباط۔

عرض...... پاکستان سے اکثر احباب کی طرف سے اصرار رہتا ہے کہ آپ جلدی تشریف لے آویں لیکن احقر جواب میں عرض کردیتا ہے کہ تعلیم میں مصروف ہوں۔

ارشاد...... بہت خوب لیکن وہ کہیں گے تعلیم تو وہاں بھی ہے۔ زبانی بات۔

عرض...... پاکستان کے احباب و متعلقین کہتے تو مجھ کو بھی ہیں کہ تعلیم تو پاکستان میں بھی ہے لیکن احقر اس کے جواب میں کہہ دیتا ہے کہ احقر کو یہاں کے ماحول سے مناسبت اور انسیت ہے یہاں پر قلبی سکون ہے، اور روحانی عمدہ قوی غذا اور دوا میسر ہے جو احقر کی نظر میں دوسری جگہ نہیں لہٰذا احقر کی اصلاح یہاں زیادہ سہل ہے

ارشاد...... زبانی بات ہوچکی ہے۔

عرض...... پاکستان میں ایک دوسرے کے گھر رات کو آنے جانے اور رات کو دیر تک بیٹھے رہنے کا رواج ہے،

جس میں تضییع اوقات اور کثرت اختلاط ہوتا ہے۔ اگر رشتہ دار کبھی رات کو آجائیں تو کیا طریق اختیار کیا جائے

ارشاد......الگ مردانہ میں آرام۔

عرض......احقر گذشتہ جمعرات کو آپ والا کی اجازت و اطلاع کے بغیر تھانہ بھون چلا گیا وھاں حوض والی مسجد میں رات کو عشاء کے بعد بیان بھی ہوا اور انہوں نے ہر جمعرات کو بیان کا اعلان کر دیا، احقر شرما حضوری میں انکار نہیں کرسکا۔ آپ والا کی عدم اجازت کے بغیر یہ فعل صادر ہوا جس پر احقر شرمندہ ہے امید ہے کہ معاف فرمائیں گے۔

ارشاد...... بندہ کو تو احساس ہوا نہیں یہ احساس آپ کا سعادت ہے۔

عرض...... پاکستان میں بغیر کسی تقریب کے ایک دوسرے کی دعوتِ طعام کا رواج ہے جس سے بہت وقت ضائع ہو جاتا ہے اور انکار و عدم شرکت سے خفگی و شکوہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ارشاد...... نیا مہمان ہو کر ہو ہی جاتی ہے مقیمین کے ساتھ نہیں چلتی۔

عرض......حضرت عرض ہے کہ پاکستان میں مقیمین کے ساتھ بھی یہ سلسلہ دعوت کا چلتا ہے احقر کا اپنا مشاہدہ ہے۔

ارشاد......عذرِ شیرین ہو۔

عرض......بعض رشتہ داروں نے رومال سر پر باندھنے والے عنایت کئے ہیں لیکن ان کا رنگ کچھ بھڑک دار ہے احقر الٹا کر کے پہن لیتا ہے جس سے بھڑک دار رنگ اندر چھپ جاتا ہے کیا ایسا درست ہے۔

ارشاد...... مجھے دکھائے جاویں۔

حالاتِ عشرت ومکتوباتِ مسیح الامت

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ سے براہِ راست شرفِ بیعت کے حامل اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے دو عظیم خلفاؤں (حضرت مسیح الامت مولانا محمد مسیح اللہ خانصاب جلال آبادی، وحضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہما اللہ) کے اجازت وصحبت یافتہ بزرگ

جناب حضرت نواب محمد عشرت علیخان قیصر صاحب مدظلہم کے حالاتِ زندگی

اور حضرت مسیح الامت جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ آپ کی اصلاحی مراسلت ومکاتبت کا مجموعہ

مرتب ومؤلف: مفتی محمد رضوان

ناشر: ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس

ترتیب: مفتی محمد رضوان

❖ مدرسہ سے مقصود رضائے الٰہی ہے

دینی مدارس کی بنیاد اور قیام کی اصل غرض رضائے الٰہی ہے، اسی غرض کو سامنے رکھ کر دینی مدارس کا قیام واجراء ہونا چاہئے، اور اسی غرض کو سامنے رکھ کر مدارس کے معاملات کو چلانا اور آگے بڑھانا چاہئے، اس کا اثر یہ ہوگا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کسی قدم پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والا کام نہ ہوگا، اگر خدانخواستہ اس سے نظر ہٹ گئی تو پھر قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے کام سرزد ہونگے، چنانچہ اگر کسی نے مدرسہ میں طلبہ کی تعداد میں اضافہ اور کثرت ہی کو اپنا مقصود بنالیا، یا مدرسہ کی عالیشان عمارت ہی کو اپنا مطلوب بنالیا، یا کام کے وسیع ہونے ہی کو اپنا قبلہ وکعبہ بنالیا، تو پھر رضائے الٰہی کا حاصل ہونا مشکل ہے، اسی کو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آج کل اہلِ مدارس نے مخترَع ثمرات کو مطلوب سمجھ رکھا ہے کہ ہمارا مدرسہ بارونق ہو، اس میں پانچ سو، ہزار طلبہ ہوں، پچاس، سو مدرس ہوں اور ایسی عمارت ہو اور ہر سال اس میں سے اتنے طلبہ فارغ ہوں اور یہ باتیں بدون زیادہ رقم کے ہو نہیں سکتیں تو اب ہر وقت ان کی نظر آمدنی پر رہتی ہے، اور جہاں سے بھی چندہ آتا ہے، رکھ لیا جاتا ہے، واپس کرتے ہوئے یہ خیال ہوتا ہے کہ حرام اور مشتبہ مال کو واپس کرنا شروع کریں تو اتنی آمدنی کس طرح ہوگی جو اتنے بڑے کارخانے کو کافی ہوسکے؛ بس یہی جڑ ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ رضائے حق مقصود نہیں۔ اس جڑ کو اُکھاڑ پھینکو اور ثمرات پر ہرگز نظر نہ کرو، نہ زیادہ کام کو مقصود سمجھو بلکہ رضائے حق کو مقصود سمجھو؛ چاہے مدرسہ رہے یا نہ رہے اور اگر یہ نہیں ہوسکتا تو پھر دین داری اور علم کا نام مت لو، نہ خدا سے محبت کا دعویٰ کرو۔ افسوس! خدا سے محبت اور غیر پر نظر'' (وعظ ارضاء الحق حصہ دوم صفحہ ۴۷)

ثمرات مقصود نہیں ہیں، صرف رضائے حق مقصود ہے؛ نہ مدرسہ مقصود ہے، نہ طلبہ کی کثرت مطلوب ہے، نہ عمارت مقصود ہے؛ صرف رضا مطلوب ہو۔ اگر رضائے حق کے ساتھ یہ کام چلتے رہیں تو چلاؤ اور حسبِ ہمت وطاقت ان میں کام کرتے رہو اور جو کام طاقت سے زیادہ

ہو، اُس کو الگ کرو...... مدرسہ جاری کرو اور رضائے حق پر نظر رکھو، یہ ثمرہ متعین نہ کرو کہ ہمارا مدرسہ ایسا ویسا ہونا چاہیے؛ یہ دُھن کہاں کی لگائی؟ یہ دُھن نہیں بلکہ گھـــــــن ہے

(ایضاً صفحہ ۴۸، ۴۹)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''اکثر عربی مدرسوں میں طلبہ کی خواہش و مذاق اور کثرتِ تعداد کے مقابلہ میں اصول وقواعد کی پرواہ کم کی جاتی ہے، اس سے بھی مفاسد پرورش پاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ طلبہ کو قواعد کا پابند بنایا جائے۔ خواہ اِن کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو جائے۔ کام کے دو چار نا کارہ سو دو سو سے افضل ہیں'' (تحفۃ العلماء ج اص ۸۴ بحوالہ حقوق العلم ص ۸۹، وتجدید تعلیم ص ۱۲۸)

معلوم ہوا کہ مدرسہ کی ظاہری رونق اور زیب و زینت اور عمارت کے عالیشان ہونے، نیز طلبہ کی کمیت اور تعداد بڑھانے کی دُھن میں پڑنا اور ان چیزوں کو مقصود و مطلوب اور قبلہ وکعبہ بنالینا یہ سب چیزیں، ایک ایسے گھن کی طرح ہیں جو اندر ہی اندر سے اخلاص اور قبولیت میں خلل انداز ہوتی ہیں، اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ شاید دین کا بہت عظیم الشان کام کر رہا ہے، جس طرح اندر ہی اندر گھن لگی ہوئی چیز کا ظاہر درست ہوتا ہے، اور اوپر سے وہ چیز خوبصورت اور پائیدار نظر آتی ہے، لیکن اندر سے کچھ نہیں ہوتا، یہی مثال ان چیزوں کو مقصود بنا کر کام کرنے والوں کی ہے۔

اصل چیز اور اصل مقصود رضائے الٰہی ہے، اسی کی دھن لے کر اور اسی کو اپنا قبلہ وکعبہ بنا کر کام کرنا چاہئے، پھر خواہ بظاہر کمیت اور مقدار میں کام تھوڑا ہی کیوں نہ، کیفیت کے اعتبار سے اچھا ہو وہ کافی وشافی ہے۔

ادارہ غفران کی جدید مطبوعات

تذکرہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ

(آخری خلیفۂ اجل) حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ

کھانے پینے کے آداب

کھانے پینے کے سنن وآداب، شرعی اور طبی فوائد ومقاصد اور علمی وتحقیقی پہلوؤں پر مدلل بحث

ناشر: ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

علم کے مینار قاری حبیب الرحمان بروایت مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

پاکستان میں قرأت کی تاریخ

[1] تقسیمِ ہند کے وقت جہاں دیگر علوم وفنون کے ماہرین اور علماء موجودہ بھارت سے ہجرت کر کے پاکستان آئے وہاں علمِ تجوید وقرأت کے ماہر اساتذہ بھی پاکستان تشریف لائے جن میں قاری عبدالمالک صاحب لکھنوی رحمہ اللہ، قاری عبدالعزیز صاحب شوقی انبالوی رحمہ اللہ اور قاری محمد شریف صاحب امرتسری رحمہ اللہ قابل ذکر ہیں۔ ابتداء میں قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو اللہ یار تشریف لے گئے، اور قاری عبدالعزیز صاحب شوقی رحمہ اللہ راولپنڈی میں ریڈیو آزاد کشمیر سے منسلک ہوئے، اور قاری محمد شریف صاحب رحمہ اللہ لاہور تشریف فرما ہوئے، بعد ازاں مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد کے فاضل اور قاری عبدالرحمان صاحب رحمہ اللہ مکی کے تلمیذ قاری سراج احمد صاحب مظفرنگری کے دل میں یہ احساس اور داعیہ پیدا ہوا کہ پاکستان میں اور خصوصاً پنجاب میں عوام اور خواص قرآن بہت غلط پڑھتے ہیں چنانچہ انہوں نے علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں لاہور میں دارالعلوم اسلامیہ قائم کیا جس کی غرض وغایت اور مقصد یہی تھا کہ پاکستان میں تجوید وقرأت کی تعلیم وترویج کا انتظام کیا جائے، چنانچہ قاری سراج احمد صاحب رحمہ اللہ کی درخواست پر قاری عبدالعزیز صاحب شوقی رحمہ اللہ راولپنڈی سے لاہور منتقل ہوئے اور دارالعلوم اسلامیہ لاہور میں صدر مدرس کے عہدہ پر متمکن ہوئے، گویا کہ پاکستان میں تجوید کا پہلا مدرسہ قائم ہوا، قاری عبدالعزیز صاحب شوقی رحمہ اللہ (دارالعلوم) دیوبند کے فضلاء میں سے تھے، اور آپ نے علم تجوید وقرأت بھی دارالعلوم دیوبند میں قاری حفظ الرحمان صاحب رحمہ اللہ سے حاصل کیا تھا جن کا ذکر ہندوستان کے قراء میں آچکا ہے، چنانچہ لاہور کے گلی کوچوں میں تجوید وقرأت کی اشاعت ہونے لگی، اور قاری عبدالعزیز صاحب کے لحن داؤدی کی بازگشت ہر دینی ادارہ میں سنی گئی، اس کے بعد مدرسہ کے مہتمم قاری سراج احمد صاحب نے محسوس کیا کہ اس کام کو مزید وسعت دینی چاہئے چنانچہ انہوں

---

[1] بندہ امجد کو حضرت الاستاد قاری حبیب الرحمان صاحب دامت برکاتھم العالیہ (شیخ التجوید جامعہ اسلامیہ راولپنڈی) نے کئی سال پہلے ایک مضمون بعنوان ''مدرسہ صولتیہ کا فیض پاکستان میں'' املاء لکھوایا تھا غالباً کسی مجلّہ میں شائع کرانا تھا یہ ۱۴۲۰ھ کی بات ہے۔ بندہ نے جامعہ اسلامیہ میں حضرت قاری صاحب دامت برکاتھم سے دوسال میں تجوید پڑھی ہے شوال ۱۴۰۸ھ تا شعبان ۱۴۱۰ھ بمطابق جون ۱۹۸۸ء تا مارچ ۱۹۹۰ء۔ اس وقت جامعہ میں تجوید کی تعلیم کے ساتھ درجہ اعدادیہ بھی شامل درس تھا بندہ نے درجہ اعدادیہ تجوید کے ساتھ پڑھا تھا

نے اس خلاء کو پُر کرنے کے لئے قاری عبدالمالک صاحب لکھنویؒ تلمیذ الرشید قاری عبدالرحمان صاحب مکی و قاری عبداللہ صاحب مکی رحمہ اللہ [1] سے عرض کیا جو دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو اللہ یار میں مقیم تھے کہ آپ لاہور تشریف لے آئیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ درخواست قبول کی اور دارالعلوم اسلامیہ لاہور میں صدر مدرس کے

---

[1] یادش بخیر حضرت قاری عبدالرحمان صاحب مکی اور قاری عبداللہ صاحب مکی رحمہما اللہ دونوں بھائی تھے۔قاری عبداللہ صاحب بڑے تھے اور چھوٹے بھائی قاری عبدالرحمان صاحب مکی نے آپ سے ہی تجوید وقرأت پڑھی تھی۔آپ برصغیر میں قرأت کے سلسلوں کے مدارالاسناد ہیں۔آپ کا اصل وطن غیر منقسم ہندوستان میں ضلع فرخ آباد کا قصبہ قائم گنج تھا والد کا نام محمد بشیر خان تھا جو کہ انگریزی دور میں (غالباً ۱۸۵۷ء کے بعد) ہجرت کر کے مکہ معظّمہ چلے تھے تھے یہ دونوں صاحبزادے بھی ساتھ تھے قاری عبداللہ کا تو مدت العمر وہیں مدرسہ صولتیہ سے وابستہ رہے وہیں سے آپ کا فیض پھیلا اور قاری عبدالرحمان صاحب ان سے تجوید وقرأت کی تکمیل کر کے ہندوستان واپس آئے۔کانپور میں مولانا احمد حسین صاحب کے مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل کی پھر یہیں تجوید وقرأت کے استاد مقرر ہوئے کئی سال تک یہیں رہے پھر الٰہ آباد کے مدرسہ احیاء العلوم سے وابستہ ہوگئے اور تجوید وقرأت کی تعلیم دیتے رہے آپ کی وجہ سے یہ مدرسہ ہند میں تجوید وقرأت کا مرکز بنا رہا۔آپ کے شاگردوں میں قاری عبدالمالک کے علاوہ قاری ضیاء الدین صاحب اور قاری عبدالوحید صاحب (شیخ التجوید دارالعلوم دیوبند) بھی بڑے باکمال ہوئے ہیں۔قاری عبدالوحید صاحب رحمہ اللہ کی تجوید میں معروف کتاب ھدیۃ الوحید تھی جو کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے موٴلفہ جمال القرآن کے لئے بھی بمنزلہ ماخذ کے ہے اور جمال القرآن کے دیباچہ میں اس کا ذکر ہے۔قاری عبدالمالک صاحب کے بھائی قاری عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ مولف تیسیر التجوید بھی برصغیر کے نامور شیخ التجوید والقراءۃ ہوئے ہیں، قاری عبدالمالک صاحب کی طرح آپ کا فیض بھی بہت پھیلا۔قاری عبدالرحمان مکی صاحب کی مشہور درسی کتاب فوائد مکیہ ہے۔قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ کی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر تجوید وقرأت کا فیض امت میں بانٹنے کی تو پوری ایک تاریخ ہے، جس کا حق یہ ہے کہ مستقل مفصل تذکرہ میں اس کے مخفی گوشوں کو سامنے لایا جائے، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے قیام مکہ کے زمانے میں مدرسہ صولتیہ میں آپ سے باقاعدہ قرأت پڑھی جس کا ذکر اشرف السوانح ج اص ۳۶ باب ہفتم میں بایں الفاظ ہے۔"حضرت والا نے قرأت کا مشق مشہور آفاق جناب قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکی سے بمقام مکہ معظّمہ فرمائی تھی جو قراء عرب کے نزدیک بھی نہایت جید اور مسلّم ماہر فن قاری تھے، اس زمانہ میں قرأت کی مشق کرتے کرتے لہجہ میں اپنے یگانہ فن استاد سے اس قدر مشابہت پیدا ہوگئی تھی کہ جب قاری صاحب حضرت والا کو مدرسہ صولتیہ کی بالائی منزل پر قرأت کی مشق کراتے تو نیچے سے جو لوگ سنتے تمیز نہ کر سکتے کہ اس وقت استاد پڑھ رہے ہیں یا شاگرد۔

حضرت والا (حکیم الامت رحمہ اللہ) فرمایا کرتے ہیں کہ ہم بھی پہلے یہ سمجھتے تھے کہ ہمیں قرأت آتی ہے اس لئے قاری صاحب سے اپنا کمال جتانے کے لئے یہ ترکیب کی کہ ان سے کہا کہ مشق شروع کرانے کے قبل آپ پہلے میرا ایک رکوع سن لیں تاکہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ کتنی کسر ہے پھر اس کسر کو نکال دیجئے گا حالانکہ یہ مطلب نہ تھا بلکہ نفس کی استادی تھی چنانچہ قاری صاحب نے رکوع سنا پھر میں نے پوچھا کہ کیا اندازہ ہوا چونکہ بہت ہی شفیق تھے فرمایا کہ بس تھوڑی سی کسر ہے انشاء اللہ بہت جلد نکل جائے گی، حالانکہ مشق شروع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ لاحول ولاقوۃ ہمیں کچھ بھی نہ آتا تھا، پھر سوچ سوچ کر بڑی شرمندگی ہوئی کہ ناحق ہی سنایا۔حضرت والا قاری صاحب کا فرمایا ہوا ایک نہایت کام کا اصول بھی نقل فرمایا کرتے ہیں کہ لہجہ کی طرف مطلق التفت نہ کیا جائے بس ساری توجہ مخارج کی تصحیح میں خرچ کیا جائے کیونکہ تصحیح مخارج کے بعد جو لہجہ بھی پیدا ہوگا مستحسن ہی ہوگا" الخ۔تمت

اس آخری بات میں ان قراہ حصرات کے لئے بڑا سبق ہے جو قرآن کو بنا بنا کر پڑھتے ہیں، خوش آوازی، لمبے لمبے سانس اور آواز کے اتار چڑھاؤ کو ہی قرأت کی جان سمجھتے ہیں خواہ تجوید کے مقرر فی الفن اصول ٹوٹ جائیں اور غنا وموسیقی سے مشابہت پیدا ہو جائے۔اس طرز عمل نے ان پڑھنے والوں اور عوام دونوں کو ایک فتنے میں مبتلا کر دیا اور قرب قیامت کے متعلق نبی علیہ السلام کی اس پیشنگوئی کا مصداق بنا دیا جس میں آیا ہے کہ ایسے قاری ہوں گے جو قرآن کو گانے کی طرز پر پڑھیں گے۔(ملاحظہ ہو نزول مسیح اور علامات قیامت ص ۱۳۶)

عہدہ پر فائز ہوئے، قاری صاحبؒ کی آمد سے قاری عبدالعزیز صاحب شوقی رحمہ اللہ دارالعلوم سے علیحدہ ہو گئے اور وہ مسلم مسجد بیرون لاہوری دروازہ میں تجوید وقرأت کی تعلیمی خدمات میں مصروف ہو گئے۔ اس زمانہ میں میری معلومات کے مطابق قاری محمد شریف صاحب امرتسری رحمہ اللہ ابتداء سے ہی آسٹریلیا مسجد نزد ریلوے اسٹیشن لاہور میں مقیم تھے، تعلیم وتجوید کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، بہرحال قاری عبدالمالک صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کی لاہور آمد سے پورے ملک میں تجوید وقرأت کی ترویج وتعلیم کی خوب اشاعت ہوئی جسے اہل پاکستان اور خصوصاً اہل علم کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد پھر قاری عبدالعزیز صاحب شوقی انبالوی رحمہ اللہ مجلس منتظمہ دارالعلوم اسلامیہ کی درخواست پر دارالعلوم کے صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے اور تاحیات اس عہدہ پر قائم رہے، اس تمہید کے بعد یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ مندرجہ بالا ہر تین حضرات کے معروف تلامذہ کا بھی ذکر کر دیا جائے۔

''قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قابل ذکر تلامذہ''

(۱) الشیخ قاری محمد شریف صاحب امرتسری جو متحدہ ہندوستان میں لکھنؤ سے تجوید وقرأت حاصل کرنے تشریف لائے تھے انہوں نے دوبارہ قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ سے استفادہ کیا (۲) مولانا قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ لاہور (۳) مولانا قاری حسن شاہ مہاجر مدنی لاہور (۴) مولانا قاری غلام نبی صاحب کوئٹہ (۵) قاری محمد صدیق صاحب لکھنوی لاہور (۶) قاری عبدالماجد ذاکر خلف الصدق قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ (۷) قاری شاکر انور صاحب خلف الرشید قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ (۸) حضرت مالانا قاری عبدالوہاب صاحب مکی رحمہ اللہ لاہور (۹) قاری حبیب اللہ صاحب کراچی (۱۰) مولانا قاری سعید الرحمان صاحب راولپنڈی (۱۱) قاری محمد افضل مرحوم راولپنڈی (۱۲) قاری عبدالقادر صاحب بہاولنگری (۱۳) قاری غلام رسول صاحب لاہور۔

''قاری محمد شریف صاحب کے مشہور تلامذہ''

(۱) قاری فضل ربی مانسہرہ (۲) قاری فیاض الرحمان صاحب پشاور (۳) قاری اکبر شاہ صاحب راولپنڈی (۴) قاری محمد عمر صاحب لاہور (۵) قاری عبدالرب صاحب ملتان (۶) قاری تقی الاسلام صاحب لاہور (۷) بریگیڈیئر (ر) قاری فیوض الرحمان صاحب راولپنڈی (۸) قاری نورالحق صاحب ہری پور (۹) قاری محمد صدیق صاحب فیصل آباد (۱۰) قاری محمد امیر صاحب (۱۱) قاری محمد اقبال صاحب

’’قاری عبدالعزیز صاحب شوقی رحمہ اللہ کے مشہور تلامذہ‘‘

(۱) قاری عبدالقیوم صاحب لاہور (۲) قاری حاجی محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ (نقشبندی) ملتان (۳) قاری محمد یعقوب صاحب نقشبندی ملتان (۴) قاری بشیر احمد صاحب مہاجر مدنی (۵) قاری عبدالرحمان صاحب تونسوی مہاجر مدنی (۶) قاری عبدالرشید صاحب شیخ التجوید دارالعلوم کراچی (۷) قاری عبد الرحمان صاحب ڈیروی لاہور (۸) قاری حبیب الرحمان صاحب راولپنڈی (یعنی حضرت الاستاد صاحبِ مضمون نگار خود) (۹) قاری احمد میاں تھانوی صاحب لاہور (۱۰) مولانا قاری مشرف علی تھانوی لاہور۔

آخر میں قارئین سے درخواست ہے کہ اپنی معلومات کے مطابق قرأ اساتذہ کے نام پیش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن کسی کا نام لاعلمی سے رہ گیا ہوتو اس سے معذرت خواہ ہوں اور یہ تمام مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرّمہ کا فیض بواسطہ قاری عبدالرحمان صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ اور قاری عبداللہ صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ جاری وساری ہے اور حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں قاری عبدالمالک رحمہ اللہ کے بعد قاری شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور قاری عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ نے ہی تجوید وقرأت کی تعلیم کا خاطر خواہ کام کیا ہے۔

تتمہ مضمون از جانب راوی محمد امجد

حضرت الاستاد دامت برکاتھم نے مذکورہ بالا مضمون اپنی یادداشت کی بنیاد پر فی البدیہہ ایک ہی مجلس میں لکھوایا تھا اور آخر میں حضرت دامت برکاتھم نے صراحت بھی فرمادی کہ پاکستان میں قرآت کے مذکورہ تینوں بڑے اساتذہ اور شیوخ کے تلامذہ کے نام اپنی معلومات کی حد تک پیش کئے گئے ہیں۔

مضومون کی اس اشاعت کے وقت بندہ امجد نے حضرت قاری بریگیڈیئر (ر) فیوض الرحمان صاحب دامت برکاتھم کی کتاب تذکرۃ القراء نمبر۲ سے تینوں بڑے اساتذہ کے مذید تلامذہ کے نام جمع کئے۔ آگے حضرت الاستاد کی ترتیب پر ہی وہ پیش خدمت ہیں۔

حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ کے چند مزید نامور تلامذہ کے نام

(۱) قاری سید علی کشمیری (کتاب تذکرۃ القراء نمبر۲ میں ان کا تذکرہ ص ۲۸ پر ہے) (۲) قاری منظور الحق صاحب کیمبلپوری (ایضاً ص ۳۵) (۳) قاری افتخار احمد صاحب بلوچستانی (ایضاً ص ۳۸) (۴) قاری سرفراز احمد صاحب صدیقی تھانوی برادر قاری اظہار احمد تھانوی (ایضاً ص ۵۱) (۵) قاری غلام فرید صاحب کیمبلپوری

(ایضاً ص ۶۸) (۶) قاری نور محمد صاحب (ایضاً ص ۱۳۸) (۷) صاحبزادہ حافظ فضل الرحیم صاحب نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور (ایضاً ص ۹۵)

قاری محمد شریف صاحب رحمہ اللہ کے کچھ مزید نامور تلامذہ

(۱) قاری محمد رفیع صاحب لاہور (ایضاً ص ۲۰) (۲) قاری محمد امیر ھزاروی صاحب (ایضاً ص ۲۳) (۳) قاری عبدالرحمان سیالکوٹی (ایضاً ص ۳۱) (۴) قاری شجاع الملک کشمیری (ایضاً ص ۴۷) (۵) قاری عبدالمجید ایبٹ آبادی (ایضاً ص ۶۲) (۶) قاری سید ابراھیم شاہ (ایضاً ص ۵۷) (۷) قاری غلام محمد (ایضاً ص ۵۹) (۸) قاری رحیم بخش مظفر گڑھی (ایضاً ص ۶۱) (۹) قاری اکبر شاہ صاحب مظفر آبادی راولپنڈی (ایضاً ص ۶۶) (۱۰) قاری حبیب اللہ قصوری (ص ۷۰) (۱۱) قاری خلیل الرحمان صاحب مظفر آبادی (ایضاً ص ۷۱) (۱۲) قاری محمد یعقوب صاحب ھزاروی (ایضاً ص ۷۳) (۱۳) قاری عبدالمجید صاحب ہزاروی (ایضاً ص ۴۷) (۱۴) مولانا قاری محمد یوسف صاحب ھزاروی (ولد مولانا شعیب احمد) (ایضاً ص ۸۹) (۱۵) قاری سلیمان صاحب (ٹیکسلا والے) (ایضاً ص ۹۴) (۱۶) قاری محمد اقبال صاحب ھزاروی (ایضاً ص ۱۰۰) (۱۷) قاری عبدالغفور صاحب مظفر گڑھی (ایضاً ص ۱۰۳) (۱۸) قاری محمد اقبال صاحب (ایضاً ص ۱۰۷) (۱۹) قاری سراج احمد صاحب (ایضاً ص ۱۰۸) (۲۰) قاری محمد طیب صاحب کراچی (متوطن گیروال ضلع مانسہرہ) (ایضاً ص ۱۱۰)

قاری عبدالعزیز شوقی رحمہ اللہ کے مزید ایک تلمیذ جناب قاری نور احمد چکوالی صاحب کا تذکرہ، تذکرۃ القراء میں ملا ہے (ص ۵۰)

ملحوظہ:

ان ناموں کے علاوہ بھی ان تینوں بڑے اساتذہ کے کئی نامور تلامذہ ہوئے ہوں گے جن سے تجوید وقرات کا فیض اندرون و بیرون ملک پھیلتا رہا خصوصاً قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ کی تو تقسیم ملک سے پہلے کانپور والہ آباد میں تجوید وقرأت کی تدریس کا سالہا سال پر مشتمل زمانہ ہے اس عرصہ میں کتنے تلامذہ آپ سے فیض یاب ہوکر برصغیر کے اطراف واکناف میں پھیل کے قرأت کے فیضان کو اگلی نسلوں کی طرف منتقل کرتے رہے ہوں گے اس لئے تلامذہ کی مذکورہ فہرست کو گویا ''مشتے از خروارے'' ہی سمجھنا چاہئے۔ نیز یہ فہرست تو زیادہ تر ان قراء تلامذہ کی ہے جو ملک کے مختلف حصوں اور گوشوں میں عملاً تجوید وقرأت کی تدریس سے وابستہ ہیں۔ باقی جنہوں نے دوسرے مشاغل یا علمی شعبے اختیار کئے ہوں گے ان کا تو کچھ

شمار ہی نہیں کیونکہ ان بڑے استادوں نے تو اپنی زندگی تجوید وقرأت کی اشاعت وتدریس کے لئے وقف کرر کھی تھی اوراسی مشن کو عام کرنے میں ان کی زندگی ختم ہوئی ہے۔بیسیوں سال پر ان حضرات کی تدریس کا زمانہ پھیلا ہوا ہے اور ہر سال دسیوں تلامذہ سند فراغت حاصل کرتے ہوں گے،اوراب ان حضرات کو فوت ہوئے بھی کئی دہائیاں گزر چکی ہیں۔ان کے براہ راست شاگرد بھی انگلیوں پر گنتی کے قابل ہی باقی رہ گئے وہ بھی چراغ سحری ہیں لیکن ان چراغوں سے اتنی ان گنت شمعیں روشن ہو چکی ہیں کہ آگے اندھیرے کا ڈر نہیں۔ ؎

ہمیں نہ چھیڑ کہ ہم ہیں چراغ آخر شب ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے

اور بعض حضرات کی تعلیمی خدمات تو لگ بھگ نصف صدی پر مشتمل ہیں۔ ع

یہ نصف صدی کا قصہ ہے، دو چار برس کی بات نہیں

ان تلامذہ کے تو ابتدائی دور کے بہت سے شاگرد بھی تجوید وقرأت کی خدمت واشاعت کرتے کرتے اب بوڑھے ہو چکے ہیں۔ ؎

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا

لطیفہ:

محمل میں ٹاٹ کا پیوند: حسنِ اتفاق کہئے یا مشیت ایزدی کہ جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر کے تینوں مشائخ قراء حضرت اقدس قاری سعید الرحمان صاحب دامت برکاتھم مہتمم جامعہ، حضرت قاری محمد یعقوب صاحب دامت برکاتھم معلم حفظ اور حضرت الاستاد قاری حبیب الرحمان صاحب دامت برکاتھم شیخ التجوید بالترتیب تینوں بڑے اساتذہ قرأت کے شاگرد ہیں۔یعنی حضرت قاری سعید الرحمان صاحب دامت برکاتھم ، حصرت قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ کے، حضرت قاری محمد یعقوب صاحب دامت برکاتھم قاری شریف صاحب رحمہ اللہ کے اور حضرت الاستاد قاری حبیب الرحمان صاحب دامت برکاتھم قاری عبدالعزیز شوقی صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔اوراس محمل میں ٹاٹ کا پیوند بندہ امجد راقم الحروف ہے کہ بندہ نے حفظ کی تکمیل قاری محمد یعقوب صاحب دامت برکاتھم سے، تجوید کی تعلیم حصرت الاستاد سے حاصل کی ہے اور درس نظامی میں حسامی (اصول فقہ)، کتاب الآثار (فقہ الحدیث) اور تفسیر جلالین حضرت اقدس قاری سعید الرحمان صاحب دامت برکاتھم سے پڑھی ہیں۔ تمت

تذکرۂ اولیاء

انیس احمد حنیف

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

صحابیٔ رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (چوتھی وآخری قسط)

ان کا نام زبان سے یوں تو سب نے صبح وشام لیا ۔۔۔ ان کی رضا میں عمر بِتا دی عقل سے جس نے کام لیا
دنیا، نفس اور شیطانوں کے فتنوں سے محفوظ وہی ۔۔۔ بس جس شخص نے ہر ہر گام پہ سنت رستہ تھام لیا
ان کا بن جانے کا دعویٰ یوں تو کیا ہے کتنوں نے ۔۔۔ جس نے وفا کا عہد نبھایا قربت کا انعام لیا

آخری خواہش انسان کی وہی ہوتی ہے جس کے لئے وہ اپنی تمام خواہشات سے دستبردار ہو جاتا ہے...... اوراس سے آگاہی انسان کو اپنی حقیقت سے قریب بھی کر دیتی ہے...... آپ بھی اپنی حقیقت کی پہچان کے لئے اپنی آخری خواہش کو جان سکتے ہیں، جس کا آسان سا طریقہ یہ ہے کہ کسی بھی وقت اپنے اندر میں کچھ دیر کے لئے تنہائی کی فضا قائم کر کے یہ تصور کیجئے کہ وہ اٹل حقیقت (موت) جس کا سامنا ایک نہ ایک وقت ہم سب نے کرنا ہی ہے وہی حقیقت گویا سامنے آموجود ہوئی اور فرشتہ سامنے کھڑا آپ سے پوچھ رہا ہے کہ اب آپ کی تمام خواہشات کا وقت ختم ہو چکا لیکن ایک آخری موقع آپ کے پاس ہے صرف ایک خواہش جو آپ کریں مرنے سے پہلے پہلے، اسے پورا کیا جا سکتا ہے تو ایسے میں آپ کیا خواہش کریں گے ......اگر آپ کی آخری خواہش بھی دنیا یا دنیا ہی کی کوئی لذت ہے تو یقین کیجئے کہ اس اعتبار سے آپ میں اور چوپایوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور اگر آپ کی آخری خواہش اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور اللہ تعالیٰ کا بن جانا ہے تو آپ کو مبارک ہو بس ابھی سے اپنی اس آخری خواہش کی تکمیل کے لئے اٹھ کھڑے ہوں کیونکہ یہ محض ایک تصور تھا ضروری نہیں کہ موت کا فرشتہ آپ کو یہ مہلت بھی دے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے مطالعے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی آخری خواہش ہدایت کا پالینا ہی تھی جس کے لئے وہ زندگی بھر کس بلند ہمتی سے حالات کا مقابلہ کرتے رہے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کو قبول کرتے ہوئے ان کی یہ خواہش دنیا ہی میں پوری کر دی اور انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوب ترین ہستی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں شامل ہونے کا شرف عطا فرمایا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ جب آئے تو بدر اور احد کے معرکے ہو چکے تھے ان میں آپ شامل نہیں ہو سکے

تھے لیکن ۵ھ ہجری میں غزوہ خندق کے موقع پر آپ کو وفاداری نبھانے کا موقع مل گیا۔

اس غزوہ میں تمام عرب کسی ٹڈی دل کی طرح سے امڈ آئے تھے اور حملہ بھی مرکزِ اسلامی مدینہ طیبہ پر تھا جس کے کسی طرف نہ کوئی قلعہ تھا نہ فصیل......مقابلہ انتہائی سخت تھا کہ ایک طرف تمام عرب قبائل کا متحدہ محاذ جو اپنے زعم میں دنیا سے دہشتگردی کا خاتمہ کرنے چلے تھے اور دوسری طرف یہ مٹھی بھر مسلمان تھے لیکن تھے اللہ کے وفادار......متحدہ کفار لشکر میں تقریباً دس ہزار جنگجو تھے جن پر ابوسفیان بن حرب کمان کر رہا تھا ادھر مدینہ طیبہ میں تقریباً تین ہزار مجاہدین آقا ﷺ کے ہمرکاب تھے......کفار کے مدینہ سے روانہ ہونے کی خبر ملی تو مرکزِ مہروفا ﷺ اپنے جانثاروں سے مشورہ کرنے لگے دل اللہ کی طاقت سے مطمئن تھے لیکن اسباب کے اس دارالعمل میں اللہ کو اپنی وفاداری دکھانے اور اپنے نفوس کی سچائی ثابت کرنے کے لئے لائحہ عمل تو بہرحال طے کرنا ہی تھا......حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چونکہ ایران کی محاذ آرائیاں دیکھ چکے تھے اور جنگی اصولوں سے خاصے واقف بھی تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ کھلے میدان میں یوں اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنا مناسب نہیں ہے لہٰذا سلطنتِ اسلامی مدینہ طیبہ کے چاروں جانب خندقیں کھود کر اسے محفوظ کر لینا چاہئے، یہ تجویز مسلمانوں کو بہت پسند آئی اور اسی پر عمل کیا گیا خندق کھودنے میں جانِ دوعالم ﷺ خود بہ نفسِ نفیس شامل رہے اور مسلمانوں کی مختلف ٹولیوں نے مختلف حصوں کی خندق کھودنے کا کام باہم تقسیم کرلیا یوں چھ دن میں مدینہ طیبہ کو خندق کھود کر باہر سے آنے والے ہر دشمن سے محفوظ کرلیا گیا......عرب آئے تو اچانک اس جنگی تدبیر کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے لئے یہ بالکل اجنبی بات تھی اور ۲۱،۲۲ دن تک مسلسل محاصرہ کے بعد بالآخر ناکام ونامراد اور شکست خوردہ واپس لوٹ گئے۔

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ ہی میں رہے نبی کریم ﷺ نے ان میں اور حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ میں مواخات کرادی تھی مرکزِ مہروفا ﷺ کے وصال کے بعد دونوں بھائیوں نے مدینہ طیبہ کو وداع کہا حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ نے شام میں سکونت اختیار کی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ عراق چلے گئے......آپ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی تلاشِ حق اور پھر اطاعتِ حق میں یوں پُر ہمت اور پُر خلوص گزری کہ حکمت کا چشمہ آپ کے دل سے نکل کر قول وعمل کے رستے لوگوں کو سیراب کرنے لگا......انہی حکمت کے خزانوں کو حاصل کرنے کے لئے ان کی زندگی کے چند واقعات کا مطالعہ شاید ہماری بھی زندگی سنوار دے۔

حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ جب شام میں جا کر آباد ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مال واولاد کی نعمتوں سے خوب نوازا، انہوں نے شام سے ادھر عراق میں اپنے بھائی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ آپ سے علیحیدہ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے مال و دولت اور اہل وعیال سے سرفراز کیا اور الحمد للہ مجھے اس مقدس سرزمین میں رہنے کا شرف بھی حاصل ہوا...... حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے جو جواب دیا وہ ہم سب کے لئے بھی بے انتہا مفید ہے آپ نے لکھا...... یاد رکھو مال واولاد کی کثرت میں کوئی بھلائی نہیں ہے بھلائی اس میں ہے کہ تمہارا علم زیادہ ہو اور تمہارا علم تم کو نفع پہنچائے، محض ارضِ مقدس کا قیام کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، جب تک تمہارا عمل اس قابل نہ ہو، اور عمل بھی اس طرح ہو کہ گویا اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں اور تم اپنے کو مردہ سمجھو۔

ایک مرتبہ آپ قریش کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے گزر رہے تو ایک شخص نے گویا اعتراضاً کہا کہ تمہاری کیا اوقات اور کیا نسب ہے، کس بنا پر تم قریش کی گردنوں کو پھلانگ رہے ہو...... یہ بات سننا تھا کہ آپ کو رونا آ گیا...... (حقیقت شناس لوگ طعنوں کا منفی جواب دینے کی بجائے ان طعنوں میں سے بھی مثبت پہلو نکال کر اس پر غور کرتے اور اپنی اصلاح کرتے ہیں)...... حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس کا تنقیدی اعتراض سن کر فرمانے لگے...... تم نے میری اوقات اور میرا نسب پوچھا ہے، میں ایک گندے قطرے سے بنا ہوں اور آج فکر اور عبرت کا سامان ہوں، کل کو مرنے کے بعد بدبودار سڑی لاش ہوں گا اور جب اعمالنامے کھولے جائیں گے میزان قائم ہوگی اور لوگوں کو فیصلہ سنانے کے لئے بلایا جائے گا اور اعمالنامے ترازو میں رکھے جائیں گے تو اگر ترازو کا پلڑا (میرے حق میں) جھک گیا تو میں معزز کریم شخص ہوں اور اگر ترازو کا پلڑا نہیں جھکا تو میں کمینہ اور ذلیل ہوں...... یہ ہے میری اوقات اور سب لوگوں کی اوقات......

سبحان اللہ...... کیا خوش نصیب جماعت تھی جسے آقائے دوجہاں ﷺ کی ہمراہی اور مصاحبت کا شرف حاصل ہوا تھا...... اور کیا ہی پیاری تربیت تھی جو آپ ﷺ نے اس جماعت کی فرمائی تھی...... کہ جس میں ہر شخص اپنی اور دوسروں کی اصلاح ہی کا خواہاں تھا...... نہ دنیاوی مرتبے ہی اس بات میں رکاوٹ بنتے تھے نہ دنیاوی مال ودولت...... بس اصلاح بدن میں خون کی طرح سب کے رگ وپے میں سرایت کر چکی تھی، جیسے کسی قوم کا ماٹو، جیسے کسی ملت کی پہچان، جیسے کسی جماعت کا امتیاز...... ہر چھوٹا بڑا اپنی اور دوسروں کی خیرخواہی کا جذبہ لئے جی رہا تھا...... ہمارے نبی ﷺ نے تب بھی اس جماعت کی یہی تربیت فرمائی تھی

اور وہ آج بھی اپنی امت کو اسی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں اب یہ امتیوں پر ہے کہ وہ اپنے آقا ﷺ کی چاہت پوری کرنے میں کتنے پرخلوص ہیں......اے اللہ ہمیں ہمارے پیارے نبی ﷺ کے پسندیدہ امتی بنادیجئے (آمین)

یہ بات اس دور کی ہے جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ امیر المومنین کے عہدے پر فائز تھے ایک مرتبہ جب انہیں اپنے اسلامی بھائی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملنے کا شوق ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کو بلا کر اپنے ساتھ رکھا اور خوب خدمت کی، پھر (کچھ عرصے کے بعد) پوچھا کہ اے میرے بھائی آپ کو اگر میری کوئی بات بُری لگی ہو تو بتا دیں (سبحان اللہ، امیر المومنین بھی اپنی اصلاح میں کس قدر کوشاں ہیں) حضرت نے فرمایا کہ مجھے آپ کے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک دوتر خوان پر گھی اور گوشت ایک ساتھ رکھتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ کے دولباس ہیں ایک آپ گھر میں پہنتے ہیں اور دوسرا پہن کر باہر نکلتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے انہوں نے فرمایا نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے ایسا آئندہ اب کبھی نہیں کروں گا یہ تھا آقا ﷺ کی تربیت کا اثر، کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی قسم کی حجتیں کرنے اور دلیلیں پیش کرنے کی بجائے اچھی بات کو فوراً تسلیم کر لیتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے زہد کا بھی عجیب حال تھا، کہ تمام عمر گھر ہی نہیں بنایا، جہاں کہیں کسی دیوار یا درخت کا سایہ نظر آجاتا بس وہیں بیٹھ رہتے ایک شخص نے اجازت چاہی کہ حضرت آپ کے لئے مکان بنادوں جس میں آپ رہائش اختیار کریں تو آپ نے منع فرمادیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں، لیکن اس نے بہت ہی اصرار کیا اور کہنے لگا کہ حضرت بالکل آپ کی مرضی کے مطابق بناؤں گا، آپ نے پوچھا کہ میری مرضی کے مطابق کیسا......تو وہ کہنے لگا کہ اتنا چھوٹا بناؤں گا کہ اگر آپ کھڑے ہوں گے تو سر چھت سے لگے گا اور اگر لیٹیں گے تو پاؤں سامنے کی دیوار سے جالگیں گے......آپ فرمانے لگے اچھا ٹھیک ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں، پس اس نے آپ کے لئے ایک چھوٹی سی چھونپڑی بنادی حالانکہ آپ دراز قد تھے۔

۳۶ھ ھجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو ایک دن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو رشتے میں نبی کریم ﷺ کے ماموں تھے عیادت کے لئے تشریف لائے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رونے لگے......حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو عبداللہ! یہ رونے کا کونسا مقام ہے......آنحضرت ﷺ تم سے دنیا سے خوش گئے ہیں، تم ان سے حوضِ کوثر پر ملو گے

بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملاقات ہوگی ...... حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اللہ کی قسم میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ ہی دنیا کی حرص باقی ہے رونا تو اس بات پر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عہد لیا تھا کہ ہمارا دنیاوی سازوسامان ایک مسافر کے زادِراہ سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے حالانکہ میرے گرد اس قدر سانپ (یعنی دنیاوی مال واسباب) جمع ہیں...... حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کل سامان جس کو سانپ سے تعبیر کیا تھا ایک بڑے پیالے، ایک لگن اور ایک تسلے سے زیادہ نہیں تھا...... اس کے بعد سعد رضی اللہ عنہ نے خواہش ظاہر کی کہ حضرت مجھے کوئی نصیحت کیجئے، فرمایا کسی کام کا ارادہ کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت تقسیم کرتے وقت اللہ کو یاد رکھا کرو۔

اسی بیماری کے دوران اور دوستوں نے بھی نصیحت کی خواہش کی تو فرمایا تم میں سے جس سے ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ وہ حج، عمرہ، جہاد یا قرآن پڑھتے ہوئے جان دے، اور فسق وفجور اور خیانت کی حالت میں نہ مرے۔

ایک فتح کے موقع پر مشک کی ایک تھیلی آپ کو ملی تھی جو آپ نے اپنی زوجہ کے پاس اماتناً رکھوادی تھی، جب آپ کا اس دنیا سے جانے کا وقت آیا تو آپ اپنے ایک بالا خانے میں تھے جس کے چار دروازے تھے فرمانے لگے کہ دروازے کھول دو کیونکہ آج میری زیارت کرنے والے آئیں گے اور مجھے نہیں معلوم کہ وہ ان میں سے کس دروازے سے میرے پاس آئیں گے...... پھر آپ نے وہ مشک منگوائی اور فرمایا کہ اسے پانی میں حل کر کے میرے گرداگرد چھڑک دو کیونکہ میرے پاس اللہ کی مخلوق میں سے ایک ایسی مخلوق آئے گی جو خوشبو محسوس کرتی ہے اور کھانا نہیں کھاتی، اور بس یہ مشک چھڑک کر نیچے اتر جاؤ اور انتظار کرو تم خود خبر دار ہو جاؤ گی، ان کی اہلیہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ایک جھنکار کی آواز سُنی میں اوپر آئی دیکھا تو ان کی روح پرواز کر چکی تھی اور وہ یوں تھے گویا کہ اپنے بستر پر سو رہے ہیں ......

انا للہ وانا الیہ راجعون ...... زہے نصیب محبت قبول ہے جن کی
اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کے طفیل ہمیں بھی صالحین میں شامل فرمالیں (آمین)

پیارے بچّو!

حکیم محمد فیضان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

جھوٹ بولنے کا انجام

پیارے بچو! ہمارے مذہب میں جھوٹ بولنے کو بہت ہی بُرا سمجھا جاتا ہے بلکہ جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے......ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جھوٹ بولنے سے بچو۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس سے ایک میل دور ہٹ جاتا ہے اس بدبو کی ناگواری کی وجہ سے جو جھوٹ کی وجہ سے اس سے آرہی ہوتی ہے۔ جھوٹ بولنے والے کی کسی بھی بات کا کوئی یقین نہیں کرتا کیونکہ سب اُس کو جھوٹا سمجھنے لگتے ہیں، چاہے وہ سچ ہی کیوں نہ بول رہا ہو۔

پیارے بچو! ہنسی اور مذاق میں بھی بالکل جھوٹ نہیں بولنا چاہئے....کیونکہ اللہ کے رسول ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ہمیں اس سے بھی منع فرمایا ہے......آپ ﷺ نے فرمایا ہے بربادی ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولے...... بربادی ہے اس کے لئے...... بربادی ہے اس کے لئے۔

پیارے بچو! جب آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ فرمادیا کہ بربادی ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ جھوٹ بول کر ہم کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتے......اس کے علاوہ مرنے کے بعد بھی جھوٹ بولنے کا بہت خوفناک اور دردناک عذاب ہے۔

صبح کا سہانا سماں تھا حضور نبی کریم ﷺ مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (آپ ﷺ کے یار دوست) آپ ﷺ کے اردگرد جمع تھے آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے رات کو کوئی خواب دیکھا ہے؟

سب نے جواب دیا کہ نہیں!......پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج رات کو میں نے ایک خواب دیکھا ہے! اور یہ تو آپ سب جانتے ہی ہوں گے کہ نبیوں کے خواب بھی سچے اور حقیقت کے مطابق ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ نے اپنا خواب سنانا شروع کیا......کہ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے، اور دوسرا آدمی کھڑا ہے اور اُس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا زنبور (سنڈاسی یا چمٹا جس کا منہ آگے سے گول سا مُڑا ہوا

Idara Ghufran

ہوتا ہے) ہے......اوراس بیٹھے ہوئے آدمی کے کلّے (گال) کواُس زنبور سے چیر رہا ہے، یہاں تک کہ گُدّی (حلق) تک جا پہنچتا ہے......پھردوسرے کلّے (گال) کوبھی اسی طرح سے چیرتا ہے.....اتنی دیر میں پہلا (گال) ٹھیک ہوجاتا ہے......پھراُس کودوسری بار چیر دیتا ہے...... پیارے بچو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اُس شخص کو جھوٹ بولنے کی وجہ سے یہ عذاب ہورہا تھا اور قیامت تک اس کو یہ عذاب قبر میں جھوٹ بولنے کی وجہ سے ہوتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی ہر طرح کے عذاب سے حفاظت فرمائے۔

پیارے بچو! آج آپ کوایک جھوٹ بولنے والے چرواہے کی کہانی سناتے ہیں۔کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ چرواہا کسے کہتے ہیں......؟ چرواہا بھیڑ، بکریاں چَرانے والے کو کہتے ہیں......گاؤں دیہات میں جو بچے مدرسے میں نہیں جاتے......اسکول سے...... پڑھائی سے جان چرُاتے ہیں......تو ماں باپ اُن بچوں کو کام پر لگا دیتے ہیں۔ گاؤں میں زیادہ تر لوگ کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں، گائیں، بکریاں، بھینسیں وغیرہ پال لیتے ہیں۔

پیارے بچو! یہ جانور بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ان گائے بکریوں سے گاؤں والے دودھ حاصل کرتے ہیں پھراُس دودھ سے مکھّن، گھی، دہی اور پنیر بناتے ہیں......اور اِنہی چیزوں پر گاؤں والوں کی سادہ سی زندگی کی گزر بسر کا سامان ہوتا ہے....

پیارے بچو! ان جانوروں سے ہمیں گوشت بھی ملتا ہے......ان جانوروں کوذبح کرکے ہم لوگ اُن کا گوشت حاصل کرتے ہیں......نیز ان جانوروں کی کھال بھی سوطرح سے ہمارے کام میں آتی ہے...... مثلاً یہ کھالیں جب کارخانوں میں آتی ہیں تو ان سے جوتے، کوٹ، بیگ، بیلٹ وغیرہ بے شمار چیزیں بنائی جاتی ہیں......اور بھیڑوں، دنبوں، اونٹوں سے ہمیں اون اور پشم بھی حاصل ہوتی ہے جس سے گرم کپڑے، چادریں، جرسیاں اور کئی دوسری کام کی چیزیں بنتی ہیں۔

بس کچھ لوگ اپنے اپنے جانور بکریاں گائیں بھینسیں جنگل میں چَرانے کو کسی بچے کو دے دیتے ہیں۔

پیارے بچو! یہ بہت پرانی بات ہے......ایک چرَواہا جنگل میں بکریاں چرَاتا تھا......ایک دن اُس کوشرارت سوجھی کہ کیوں نہ جُھوٹ مُوٹ کی کوئی فنکاری دکھا کر گاؤں میں سب کو بے وقوف بنایا جائے۔

چنانچہ ذہن میں پوری ایک پلاننگ کرکے اچانک زور زور سے چلاّ نا اور شور مچانا شروع کردیا......بچاؤ......

بچاؤ......شیر آ گیا......شیر آ گیا......گاؤں والو! مجھے بچاؤ......بچاؤ......شیر آ گیا......

یہ آواز سنکر گاؤں اور جنگل میں جو بندے کام کررہے تھے، سب دوڑتے دوڑتے اُس کے پاس جا پہنچے......

یہ دیکھ کر چرواہا زور زور سے ہنسنے لگا......میں نے تو مذاق کیا تھا......میں نے تو جھوٹ بولا تھا......

یہ ماجرا دیکھ کر لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے......؟ لوگوں کو اس چرواہے کی اس بھونڈی حرکت پر غصہ تو بہت آیا لیکن برداشت کر گئے......اور اسے سمجھایا......بیٹا اس طرح نہیں کرتے......بُری بات ہے دوسروں کو پریشان نہیں کرتے......جھوٹ نہیں بولتے...... چرواہا کھڑا ہنستا رہا......اور سب لوگ واپس اپنے گھروں اور کام پر آ گئے۔

ابھی تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ جنگل میں سچ مچ شیر آ گیا...... چرواہا ڈر اور خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔

پھر بھی چرواہے نے ہمت کر کے مدد کے لئے سب کو پکارنا شروع کیا، بہت آوازیں دیں بہت رویا...... گاؤں والوں کو بہت بلایا......بچاؤ......بچاؤ......کوئی بچاؤ......شیر آ گیا بچاؤ......لیکن کاٹھ کی ہنڈیا روز روز تو چولھے نہیں چڑھتی، اب لوگوں نے اس کی چیخ و پکار پر کوئی کان نہ دھرا اور اس کی چیخ و پکار کا کوئی اثر نہ ہوا......لوگ یہی سمجھ گئے کہ یہ جھوٹا، دغا باز، شرارتی لڑکا ہے، لوگوں کو تنگ کرنے اور بے وقوف بنانے کے لئے اس طرح کے ڈھونگ رچاتا ہے...... چرواہے کی دردناک آہیں اور چیخیں جنگل میں گونجتی رہیں اور کوئی بھی مدد کو نہیں آیا......شیر نے چرواہے کو پھاڑ کر کھالیا......بکریاں بھی ماردیں۔

گاؤں میں سب سوچتے رہے کہ چرواہا جھوٹ بول رہا ہے۔

اور یوں جھوٹ بولنے کی عادت نے چرواہے کو شیر کے منہ میں پہنچا کر موت کا نوالہ بنادیا......اور جھوٹ بولنے دھوکا دینے کی پاداش میں زندگی اس سے روٹھ گئی......دنیا نے اس سے منہ موڑلیا...... چرواہا دردناک موت مرا......

آؤ بچو! ہم عہد کریں کہ اب مزاق میں بھی جھوٹ بولنے سے بچیں گے۔

اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کو جھوٹ سے غیبت سے اور سارے چھوٹے بڑے گناہوں سے بچائے۔آمین

بزمِ خواتین

مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

زیب وزینت کی شرعی حیثیت اور حدود

معزز خواتین! زیب وزینت سے متعلق چند اصولی ھدایات گذشتہ شمارے میں تحریر کی گئی تھیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ زندگی کے دوسرے کاموں کی طرح زیب وزینت سے متعلق بھی ہمارے دین نے کچھ ہدایات دی ہیں جن کو ملحوظ رکھنا شرعاً ضروری ہے۔

ذیل میں انہی ہدایات کی قدرے تفصیل بیان کی جائے گی۔

(۱)......بالوں کی زینت سے متعلق احکام

بالوں کا نعمت ہونا

جسم پر بالوں کا اُگنا ایک طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے اور دوسری طرف انسان کے لئے فطری زیبائش کا ذریعہ ہے جس میں نعمت کا پہلو بھی موجود ہے لیکن بہت کم لوگ ایسے ہونگے جو بغیر درخواست کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہونگے۔ چونکہ بالوں کے نہ ہونے یا کم ہونے سے انسانی بدن میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی بلکہ صرف زیبائش میں کچھ کمی محسوس ہوتی ہے اس لئے ان کے نعمت ہونے کا احساس عموماً نہیں ہوتا ہاں جن لوگوں کو ہر وقت بالوں کے مختلف سٹائل بنانے اور مانگ پٹی ہی کی فکر رہتی ہے وہ بالوں کی کمی کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کی تدبیریں کرکے اور ہزاروں روپے خرچ کرکے مصنوعی طریقے سے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے اس طرز عمل سے دوسروں کو سبق حاصل کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی اس انمول نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

قدرت خداوندی کا نمونہ

غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کیسا کمال ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے جسم پر بہت چھوٹے چھوٹے بال موجود ہوتے ہیں (جو بغور دیکھنے سے نظر آ سکتے ہیں) پھر انسانی جسم پر کہیں بال گھنے ہوتے

ہیں (جیسے سر) اور کہیں ہلکے بال ہوتے ہیں (جیسے بازو وغیرہ) کسی عضو پر بال بڑے ہوتے ہیں اور کسی عضو پر چھوٹے کسی حصۂ بدن پر بال نمایاں اور واضح ہوتے ہیں اور کسی پر غیر واضح کہ بغور دیکھنے سے نظر آتے ہیں نیز کچھ بال ساری عمر کاٹتے مونڈتے رہیں وہ پھر بھی چند روز میں بڑھ جاتے ہیں جیسے سر کے بال، زیر بغل اور زیر ناف کے بال وغیرہ۔ اور کچھ بال شروع سے اخیر تک ایک ہی سطح پر رہتے ہیں۔ انہیں ساری عمر کاٹنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی چنانچہ بازو، رانوں کے بال، پلکوں کے بال وغیرہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ سارے جسم کے بال سر کے بالوں کی طرح گھٹنے اور بڑھنے والے نہیں ہیں ورنہ اس کی وجہ سے انسان بڑی مشکل میں مبتلا ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ نیز اگر اللہ تعالیٰ سر کے بال نہ اگائیں یا کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے گرادیں تو انسان خصوصاً خاتون بہت بدزیب معلوم ہونے لگے یا اسی طرح پلکوں کے بال جھڑ جائیں یا خواتین کے چہرے پر بھی مردوں کی طرح گھنے بال آنا شروع ہوجائیں تو خواتین کیسی بھدی معلوم ہونے لگیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا بھی شکر ادا کرنا چاہئے اور شکر یہ ہے کہ بدن کے جس حصہ کے بالوں سے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو احکام ہمیں دیئے ہیں ان پر عمل کیا جاتا رہے۔ اس بارے میں اولاً اصولی درجے میں ایک حدیث ذکر کی جاتی ہے اس کے بعد متعلقہ احکام کو بیان کیا جائے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَلْیُكْرِمْهُ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے بال ہوں اسے چاہئے کہ ان کو صاف ستھرا اور مزین رکھے (سنن ابی داؤد۔ مشکوٰۃ ص۳۸۲)

صاف ستھرا اور مزین رکھنے سے مراد یہ ہے کہ ان کو حسب ضرورت دھونے، تیل لگانے اور کنگھی وغیرہ کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جائے اور ان کو گردوغبار سے اَٹا ہوا، بکھرا ہوا اور پراگندہ حال نہ چھوڑا جائے۔ اس لئے کہ بالوں کی صفائی اور زینت شرعاً مطلوب ہے۔

فائدہ: یہ حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے یکساں ہے۔

سر کے بالوں سے متعلق احکام

سر کے بالوں سے متعلق خواتین کے لئے شریعت کا اصل حکم بال رکھنے کا ہے عام حالات میں خواتین کو سر

کے بال کٹوانے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی عورت اپنا سر منڈائے (سنن نسائی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۸۴)

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض اہل علم حضرات نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ حدیث میں خواتین کے لئے سر کے بال منڈوانا ممنوع قرار دیا گیا ہے اس میں مقصود سر کے بالوں کا زائل کرنا ہے خواہ منڈوا کر زائل کئے جائیں یا کٹوا کر کم کئے جائیں لہٰذا اس حدیث کی رُو سے عورتوں کے لئے بال منڈوانے کی طرح کٹوانا بھی ناجائز ہے (بحوالہ شرح الاشباہ والنظائر ج۳ ص۷۳)

اس کے علاوہ بعض دیگر احادیث سے بھی اصولی درجے میں خواتین کے لئے سر کے بال کٹوانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

لَعَنَ اللّٰہُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ رَوَاهُ الْبُخَارِی (مشکوة ص ۳۸۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور (اللہ کی لعنت ہو) ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں (بخاری از مشکوٰۃ ص ۳۸۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی عورتیں ملعون ہیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں پھر یہ مشابہت عام ہے خواہ وضع و ہیئت میں ہو یا شکل وصورت میں یا لباس وکلام وغیرہ میں، اور چونکہ بال کٹوانے میں مردوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے لہٰذا اس حدیث کی رو سے بال کٹوانے کی ممانعت بھی ثابت ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْجُمَّةِ لِلْحُرَّةِ وَالْقَصَّةِ لِلْاَمَةِ (رواه الطبرانی فی الکبیر والصغیر ، ورجال الصغیر ثقات) (مجمع الزوائد، باب شعر الحرة والأمة ج۵ ص ۱۶۹ دارالفکر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد عورتوں کو کندھوں تک بال رکھنے اور باندیوں کو سر پر بالوں کا گچھا بنانے سے منع فرمایا ہے۔

ثقہ راویوں کے واسطے سے منقول اس حدیث سے صراحت کے ساتھ عورتوں کے لئے بال (کٹوا کر) کندھوں تک کر لینے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

اور ایک حدیث سے ایسی خواتین کا ملعون ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد ہے

''لَعَنَ اللہُ الْمُجَمِّمَاتِ مِنَ النِّسَآءِ'' هُنَّ اللَّاتِیْ یَتَّخِذْنَ شُعُوْرَهُنَّ جُمَّةً تَشَبُّهًا بِالرِّجَالِ (النهاية لابن اثير ج ١ ص ٣٠٠

ترجمہ: اللہ رب العزت ان عورتوں پر لعنت فرماتے ہیں جو کندھوں تک اپنے بال رکھتی ہیں یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے بال کندھوں تک مردوں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے رکھتی ہیں۔

معلوم ہوا کہ بال (کٹوا کر) کندھوں تک کر لینا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے والا عمل ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (رواه ابو داؤد، باب ماجاء فى الاقبية ج٢ ص ٣٠٢)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے قرار پائے گا۔

سر کے بال کٹوانے میں چونکہ کافرہ اور فاسقہ خواتین کی مشابہت لازم آتی ہے لہٰذا اصولی طور پر اس حدیث سے بھی خواتین کے لئے سر کے بال کٹوانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں فرشتوں کی ایک جماعت کی تسبیح نقل کی گئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

''مَلَائِکَةُ السَّمَآءِ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِذَوَائِبِ النِّسَآءِ وَلُحَی الرِّجَالِ یَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ الَّذِیْ زَیَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰی وَالنِّسَآءَ بِالذَّوَائِبِ. سنده عن عائشة (كشف الخفاء ج ١ ص ٤٤٤ بحواله حافظ ابن حجر فى تخريج احاديث مسند الفردوس رقم الحديث ١٤٤٧)

اور امام حاکم نے حضرت عائشہ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

''سُبْحَانَ مَنْ زَیَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰی وَالنِّسَآءَ بِالذَّوَائِبِ'

ترجمہ: آسمان کے فرشتے عورتوں کی مینڈھیوں کے لئے اور مردوں کی داڑھیوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں'' پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھیوں سے زینت بخشی اور عورتوں کو مینڈھیوں (اور چوٹیوں) سے زینت بخشی۔

حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ ملائکہ علیہم السلام کا مردوں کی زینت داڑھیوں کو پکارنا اور عورتوں کی زینت مینڈھی اور چوٹی کو پکارنا اور پکارتے رہنا درحقیقت اس منشاء خداوندی کی ہمہ وقت تنبیہ ہے کہ مرد اپنی داڑھیوں کی مطلوبہ حفاظت کریں اور عورتیں اپنی مینڈھی چوٹی برقرار رکھیں عورتیں اگر چوٹیاں کٹوا ڈالیں گی تو ایک چوٹی ہی نہیں ان کی ناک چوٹی دونوں کٹ جائیں گی الخ''

(داڑھی کی شرعی حیثیت ص ۴۷ و ۴۸)

اسلامی احکام کے ثبوت کے لئے امتِ مسلمہ کا تعامل بھی ایک بنیادی اور اہم دلیل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس پر فقہاء کرام رحمہم اللہ نے متعدد مسائل کی بنیاد رکھی ہے۔ اگر خواتین کے لئے سر کے بال رکھنے یا کٹوانے کے مسئلہ کا تعامل کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تب بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ خواتین کے لئے سر کے بال کٹوانا درست نہیں اس لئے کہ اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر اب تک امت مسلمہ کی نیک پارسا اور شرم وحیا والی خواتین کا تعامل ومعمول بال نہ کٹوانے کا رہا ہے بلکہ ابھی بھی شریف گھرانوں کی خواتین اس کو بہت معیوب خیال کرتی ہیں لہٰذا اس دلیل سے بھی بال کٹوانے کی ممانعت واضح ہے۔

خلاصہ یہ کہ خواتین کے لئے اصل حکمِ شرعی یہ ہے کہ وہ اپنے سر پر بال مسلسل ساری عمر رکھیں کٹوائیں نہیں البتہ بعض حالات اس سے مستثنیٰ ہیں جن کی تفصیل جاننے کے لئے التبلیغ کے اگلے شمارے کا انتظار فرمائیں۔ (جاری ہے............)

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

موبائل اور ڈیجیٹل تصویر کا حکم

سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

موبائل اور کمپیوٹر سی ڈی کی ڈیجیٹل تصاویر کا کیا حکم ہے، کیا یہ واقعتاً شرعی اعتبار سے ناجائز تصاویر میں داخل ہیں، یا نہیں؟ سنا ہے کہ بعض علماء نے تحقیق فرمائی ہے کہ موبائل اور سی ڈی کی ڈیجیٹل تصویر شرعی تصویر کے زمرے میں نہیں آتی اس لئے اس کا استعمال گناہ نہیں۔

اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈال دیجئے، کیونکہ آجکل جگہ جگہ کمپیوٹر اور کیمرے والے موبائل موجود ہیں جن کو جاندار کا نمونہ اور شکل محفوظ رکھنے اور دیکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

نیز سنا ہے کہ بعض علماء حضرات کی طرف سے دینی واسلامی ایسے ڈیجیٹل مشینریوں پر مشتمل چینل کھولنے کی بھی تجویز زیرِ غور ہے کہ ان کے ذریعہ سے مسلمانوں کو اسلام کی صحیح تبلیغ کی جاسکے۔

یہاں پر بعض علماء میں یہ مسائل زیرِ بحث ہیں اس لئے مفصل طریقہ پر ان کا حکم بیان کرنے کی ضرورت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب:

الیکٹرانک میڈیا مثلاً ٹیلی ویژن وغیرہ کے بارے میں اتنی بات تو بالکل واضح ہے اور کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ موجودہ حالات میں اس پر آنے والے پروگراموں کے ذریعہ سے معاشرہ میں بداخلاقی، فحاشی، موسیقی، بے حیائی، دہشت گردی اور کئی جرائم کو فروغ مل رہا ہے، اور ایسے پروگراموں کا اول تو کوئی وجود ہی نہیں جن میں مذکورہ کوئی نہ کوئی برائی اور گناہ کی بات شامل نہ ہو، اور اگر موجودہ صورتحال میں کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ برائی اور گناہ سے محفوظ رہ کر ٹیلی ویژن کا جائز استعمال کرے تو یہ بات واقعات وحالات کی روشنی میں تقریباً ناممکن ہے، کیونکہ مذکورہ گناہ اور برائیاں ان پروگراموں کا اس طرح سے ایک لازمی حصہ بن چکی ہیں کہ اُن کو الگ کرکے ٹیلی ویژن کا استعمال اختیار میں نہیں، اگرچہ اُن پروگراموں کے ناشرین ومنتظمین کو یہ اختیار حاصل ہے مگر وہ اس پر عمل درآمد نہیں کرتے۔

جہاں تک تصویری پہلو کا تعلق ہے تو جب تک ڈیجیٹل مشینیں ایجاد نہیں ہوئی تھی، بلکہ جاندار چیز کی شکلیں پائیدار اور منقش طریقہ پر ریل (Reel) وغیرہ میں محفوظ ہوتی تھیں اور وہی پروگرام ٹیلی ویژن وغیرہ میں نشر ہوتے تھے اس وقت ان کے تصویر ہونے میں بھی کوئی شبہ نہ تھا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سی ڈی اور موبائل میں ڈیجیٹل کیمروں یا ٹیلی ویژن کے ڈیجیٹل پروگراموں کے ذریعہ سے جو جاندار چیز کی شکلیں نظر آتی ہیں وہ شرعاً تصویر کا حکم رکھتی ہیں یا نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ان ڈیجیٹل شکلوں کا پرنٹ لے لیا جائے یا انہیں پائیدار طریقہ سے کسی چیز پر نقش کرلیا جائے، تو ان کے شرعاً تصویر ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ اس وقت یہ غیر ڈیجیٹل اور عام تصویر کا حکم حاصل کر لیتی ہیں اور ان کا تصویر ہونا یقینی ہے جیسا کہ گذرا۔ لیکن جب تک ان کا پرنٹ نہ لیا گیا ہو یا انہیں پائیدار طریقہ سے کسی چیز پر نقش نہ کیا گیا ہو اور وہ ڈیجیٹل مشینری (مثلاً موبائل، سی ڈی) میں محفوظ ہوں، ان کے بارے میں موجودہ دور کے اہلِ علم حضرات کی اب تک مندرجہ ذیل تین آراء سامنے آئی ہیں:

(۱)...... بعض حضرات کے نزدیک یہ ڈیجیٹل تصاویر پرنٹ شدہ شکلوں اور پائیدار طریقہ سے منقش شدہ تصاویر ہی کا حکم رکھتی ہیں۔

لہٰذا ان تصاویر کے ساتھ اگر کوئی اور خرابی اور ناجائز ہونے کی وجہ نہ پائی جاتی ہو تب بھی ان کا استعمال شرعاً تصویر ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام ہے۔ چنانچہ جس طرح وہ پائیدار و منقش تصاویر ناجائز وحرام ہیں، اسی طرح یہ بھی ناجائز وحرام ہیں، اور جس طرح اُن پائیدار و منقش تصاویر والی جگہ پر رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، اسی طرح ڈیجیٹل طریقہ پر نظر آنے والی تصاویر والی جگہ پر بھی رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، اور جس طرح اپنے اختیار سے اُن پائیدار و منقش تصاویر بنانے اور بنوانے والوں کو آخرت میں شدید ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، اسی طرح بلا عذرِ شرعی اور اپنے اختیار سے ڈیجیٹل طریقہ پر تصاویر بنانے اور بنوانے والوں کو بھی شدید ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا (اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں)

(۲)...... بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ شرعاً تصویر اُسے کہا جاتا ہے جو کسی (کاغذ، کپڑے، لکڑی، دیوار، یا کسی اور مجسم) چیز پر پرنٹ یا پائیدار طریقہ سے منقش ہو اور ڈیجیٹل مشینری میں کوئی چیز اس طرح پرنٹ یا پائیدار طریقہ پر منقش نہیں ہوتی، اس لئے وہ شرعاً تصویر کا حکم نہیں رکھتی، لہٰذا ان حضرات کے نزدیک صرف تصویر کی بنیاد پر تو اس کو ناجائز نہیں کہا جائے گا، البتہ ناجائز ہونے کی کوئی اور وجہ پائی جارہی ہو یا اس

میں کوئی اور گناہ یا خرابی شامل ہوتو پھر اس قسم کی دوسری وجوہات کی بناء پر اسے ناجائز قرار دیا جائے گا۔

(۳)......بعض حضرات کے نزدیک ڈیجیٹل کیمروں سے لی جانے والی اور ڈیجیٹل مشینریوں کے ذریعہ نظر آنے والی جاندار چیز کی شکلیں پہلی رائے کی طرح بے شک شرعاً پائیدار طریقہ سے منقش اور پرنٹ شدہ تصاویر ہی کا حکم رکھتی ہیں، لیکن کیونکہ بعض حضرات کے نزدیک یہ شرعاً تصاویر کا حکم نہیں رکھتیں اس لئے معقول ضرورت مثلاً جہادوغیرہ کی تعلیم وتشکیل کی غرض سے یا دہشت گردی وغیرہ سے حفاظت کی خاطر یا باطلین کے دفاع اور مسلمانوں کو گمراہ لوگوں کی سازشوں سے بچانے یا اس جیسی دوسری معقول اور واقعی (نہ کہ غیر معقول اور غیر واقعی) ضرورت کی خاطر ان کے استعمال کی گنجائش ہے، بشرطیکہ دوسری خرابیوں اور گناہوں سے حفاظت کا انتظام بھی ہو۔

لہٰذا اِن حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ:

''دینِ اسلام پر دشمنانِ اسلام کی جو یلغار الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ منظّم طریقہ سے ہورہی ہے، اس سے دفاع کرنا بھی امت کی ذمہ داری ہے جس سے حتی الامکان عہدہ براہونے کے لئے الیکٹرانک میڈیا/ ٹیلی ویژن کے ایسے استعمال کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے جو فواحش ومنکرات سے پاک ہو''

اس لئے احتیاط کا تقاضا تو یہی ہے کہ موبائل سیٹوں، سی ڈی، کمپیوٹر اور ڈیجیٹل مشینوں میں جاندار چیز کی تصویر ڈالنے اور استعمال کرنے سے پرہیز کیا جائے، تاکہ تمام آراء کے مطابق ہر قسم کے گناہ وعذاب سے حفاظت رہے، سلامتی وعافیت اسی میں ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

دَعْ مَایُرِیْبُکَ اِلیٰ مَالَایُرِیْبُکَ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری، ترمذی، نسائی)

ترجمہ: ''شک والی چیز کو چھوڑ دیجئے اور غیر شک والی چیز کو اختیار کیجئے''

نیز جاندار چیز کی تصاویر موبائل ودیگر ڈیجیٹل مشینوں میں محفوظ کرنا عام حالات میں کوئی مجبوری بھی نہیں پھر ان تصاویر کو محفوظ کر کے نامحرم عورت ومرد سب ہی دیکھتے ہیں، اس کا انتظام بھی مشکل ہے کہ کوئی نامحرم نہ دیکھے اور نامحرم مرد وعورت کا ایک دوسرے کو ڈیجیٹل مشینوں کے ذریعے سے دیکھنا بھی منع وگناہ ہے۔

اوپر سے اگر دوسرے کی تصویر کو ڈیجیٹل مشینوں میں محفوظ کر کے تصویر میں نشیب وفراز یا ناپسندیدہ انداز وغیرہ دیکھ کر دوسرے کا تمسخر اور استہزاء بھی کیا جائے (جیسا کہ عام طور پر مشاہدہ ہے) اس کا ناجائز وگناہ ہونا بھی واضح ہے، اور اس سے بڑھ کر جاندار کی اس طرح تصاویر محفوظ کرنے اور بار بار دیکھنے کو مشغلہ بھی بنالیا جائے اور اس میں لگ کر اپنی زندگی کے قیمتی اوقات کو ضائع کیا جائے تو اس کے ناجائز وگناہ ہونے

میں بھی کوئی شبہ نہیں، اور یہ تمام گناہ اور خرابیاں ایسی ہیں جو ڈیجیٹل مشینوں میں جاندار چیز کی تصویر کو شرعی تصویر کا حکم نہ دینے کی صورت میں بھی لازم آ رہی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ پہلی رائے کے مطابق تو ڈیجیٹل مشین میں محفوظ جاندار چیزیں شرعاً تصاویر کے مفہوم میں داخل ہو کر ناجائز ہیں اور دوسری رائے کے مطابق یہ اگرچہ شرعاً تصاویر میں داخل نہ ہوں، لیکن مندرجہ بالا اور اسی قسم کے دیگر مفاسد اِن کے نزدیک بھی ناجائز ہیں اور ان سے بچنا بہرحال ان کے نزدیک بھی ضروری ہے، اور تیسری رائے کے مطابق عام حالات میں اس طرح ڈیجیٹل مشینوں میں جاندار کی تصاویر محفوظ واستعمال کرنا کسی معقول ضرورت ومجبوری میں داخل نہیں، لہٰذا عام حالات میں بلاضرورت اِن تصاویر کا بنانا واستعمال کرنا اور مزید براں دیگر مفاسد ومنکرات میں بھی مبتلا ہونا کسی رائے کے مطابق بھی درست نہیں۔ اور اگر خدانخواستہ ڈیجیٹل مشین کے ذریعہ سے نشر ہونے والے ٹیلی ویژن اور سی ڈی کے پروگراموں میں بداخلاقی، فحاشی بے پردگی، موسیقی، بے حیائی یا اسی قسم کے گناہ بھی شامل ہوں (جیسا کہ آج کل کے ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والے عام پروگراموں کی حالت ہے) تو اِن کے استعمال کے ناجائز ہونے پر کوئی اختلاف اور شبہ نہیں رہ جاتا اور وہ بالاتفاق ناجائز ٹھہرتے ہیں۔

رہا یہ شبہ کہ لوگوں کو ٹیلی ویژن کے پروگراموں سے معلومات حاصل ہوتی ہیں اور دینی پروگرام بھی جاری ہیں جن سے دین سیکھا جاتا ہے، اس لئے یہ آجکل کے دور میں ضرورت کی چیز میں داخل ہو گیا ہے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف شیطانی ونفسانی دھوکہ ہے، کیونکہ اوّلاً تو ہر قسم کی معلومات اور دین کے نام سے جاری پروگرام مفید نہیں بلکہ مضر ہیں، ان کا صرف نام معلومات یا دین ہے مگر درپردہ زہر ہے، دوسرے ضروری بھی نہیں، تیسرے دین کا علم اور معلوماتِ مفیدہ وضروریہ کے لئے دیگر ایسے ذرائع بھی موجود ہیں جو پہلے زمانوں سے زیادہ سہل ہیں اور ان میں ٹیلی ویژن پر جاری مفاسد وگناہ بھی نہیں، بھلا کیا معلومات اور دین کا علم گناہوں کا بوجھ سر پر لاد کر حاصل کرنا جائز ہو سکتا ہے؟

آج کل معاشرہ میں لوگوں کے مزاجوں میں احتیاط اور دین وعلم کی کمزوری کی وجہ سے یہ حالت ہے کہ جب انہیں کسی طرف سے کسی مسئلہ کا مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہونا مل جاتا ہے تو اس کے صرف جواز والے پہلو پر تو نظر کی جاتی ہے لیکن اس کی شرائط کی طرف توجہ نہیں کی جاتی، اور لوگ اپنی کم علمی کے باعث ڈیجیٹل وغیر ڈیجیٹل تصاویر میں فرق کو بھی نہیں جانتے۔

اور قاعدہ ہے کہ اگر ایک شخص خود تو شرائط کی پابندی کرتے ہوئے عمل کر رہا ہو لیکن دوسرے دیکھنے والوں کے لئے اس کا عمل گناہ میں مبتلا ہونے کا ذریعہ بن رہا ہو اور وہ عمل ضرورت و مجبوری کی حد میں داخل نہ ہو تو اس کو چھوڑنا بھی ضروری ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''اگر کسی کا قول یا فعل دوسرے کے لئے سبب وقوع فی المعصیت کا ہو جاوے اور وہ حد ضرورت تک نہ پہنچا ہو تو اس کا ترک اس پر واجب ہے، فروع کثیرہ فقہیہ اس اصل پر مبنی ہیں (امداد الفتاویٰ جلد۳ صفحہ ۱۵۷)

اس کا تقاضا یہ ہوا کہ جب تک سخت ضرورت و مجبوری نہ ہو ڈیجیٹل تصویر سے بچنا چاہئے، خواہ دوسری کوئی خرابی بھی شامل نہ ہو، خصوصاً اُن مقتدا و اہلِ علم حضرات کو جن کے قول فعل سے عوام دلیل پکڑتے ہیں، اور اگر کسی وقت مجبوری ہو تو ساتھ ہی اس کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے۔

جہاں تک اس رائے کا تعلق ہے کہ:

''دینِ اسلام پر دشمنانِ اسلام کی جو یلغار الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ منظّم طریقہ سے ہو رہی ہے، اس سے دفاع کرنا بھی امت کی ذمہ داری ہے جس سے حتی الامکان عہدہ برا ہونے کے لئے الیکٹرانک میڈیا/ ٹیلی ویژن کے ایسے استعمال کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے جو فواحش و منکرات سے پاک ہو''

تو ضرورت اور مجبوری کی صورت میں اس رائے کو اختیار کرنے سے اختلاف نہ کیا جاسکتا ہو لیکن اقدام کرنے سے پہلے ہمارے خیال میں مندرجہ ذیل اور ان جیسی تدابیر کو بروئے کار لانا بہت ضروری ہے۔

(۱)...... خالص دینی و مذہبی نام سے شروع و جاری ہونے والے اسٹیشنوں اور ڈیجیٹل مشینوں سے نشر ہونے والے پروگراموں کی نگرانی کا کام ایک مستند علماء کی جماعت کے سپرد ہونا چاہیے جس کو شرعی بورڈ یا شرعی ایڈوائزر کا نام بھی دیا جاسکتا ہے، اس جماعت کا کام کسی بھی پروگرام کے نشر ہونے سے پہلے اس کو شریعت کی روشنی میں صحیح، مفید اور ضروری ہونے اور منکرات و مفاسد سے محفوظ ہونے کا جائزہ لینا ہوگا۔

(۲)...... اس کمیٹی کو اتنا اثر و رسوخ ہونا چاہیے کہ وہ کم از کم اپنے زیرِ اثر اسلامی چینلوں سے نشر ہونے والے ناجائز اور غلط کام کو اپنی صوابدید کے مطابق نشر ہونے سے روک سکے۔

(۳)...... بایں ہمہ ضروری ہوگا کہ ایک چینل خالص علماء و فقہاء کے زیرِ اثر شروع ہو، جس کا اصل کام تو دوسرے اسٹیشنوں سے نشر ہونے والے غلط اور صحیح پروگراموں کی نشاندہی اور لوگوں کو الیکٹرانک میڈیا کی فحاشی اور دیگر جرائم سے بچانے کی کوشش کرنا ہوگا، ساتھ ہی مخصوص تجاویز و اصلاحات کو پیش کرنا بھی ہوگا

مزید براں اگر ہوسکے تو اس اسٹیشن سے دیگر دینی و مذہبی پروگرام بھی نشر کئے جاسکتے ہیں۔

(۴)......ان پروگراموں کے شروع کرنے کی بنیادی وجہ دراصل دشمنانِ اسلام کا دفاع کرنا ہے اس لئے ضروری ہوگا کہ بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت اس کا استعمال کیا جائے اور لاکھوں انبیاء، صحابہ، فقہاء صوفیا اور علمائے کرام نے جس طریقہ پر دین سیکھا اور سکھایا اس اصل طریق کی اہمیت کو لوگوں کے ذہنوں سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے کہ کہیں وہ میڈیا کے مروجہ ذریعہ ہی کو اپنی نجات واصلاح کے لئے کافی نہ سمجھیں۔ کیونکہ نقلاً وعقلاً اور مشاہدۃً جو فائدہ اور اصلاح انبیائے کرام کے طریقہ میں ہے وہ کسی دوسرے طریقہ میں میسر آنا ناممکن ہے۔ آج کل لوگوں کا ذہن یہ بن گیا ہے کہ انہیں اپنی اصلاح اور دین سیکھنے کے لئے کسی عالم اور اللہ والے کے پاس جانے اور اس سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کی ضرورت نہیں ،گھر بیٹھے ہی میڈیائی پروگراموں سے انہیں سب کچھ حاصل ہوسکتا ہے اور یہ سوچ درست نہیں، اس لئے اصلی اور فطری ہدایت کے طریقہ وذریعہ کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے۔

اسی طرح آج کل بہت سے علماء کے ذہنوں میں یہ بات بھی بیٹھ گئی ہے کہ اگر عوام کا مزاج بگڑ گیا ہو تو اس مزاج کی اصلاح کی جستجو کے بجائے اس بگڑے ہوئے مزاج کے مطابق ہی ان کی اصلاح کا سامان کیا جائے ،اسی وجہ سے وہ عوام کے مزاج پر محنت کرکے اس کی اصلاح کرنے کے بجائے ایسے طریقہ ڈھونڈنے لگے ہیں جس سے عوام کے فاسد مزاج کو بدلے بغیر ہی ان کا کام بنادیا جائے ،حالانکہ اصل خرابی تو مزاجوں کا فساد و بگاڑ ہے اس سے صرفِ نظر کرلینا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ البتہ حدود کی رعایت رکھتے ہوئے بقدرِ ضرورت بڑے ضرر سے بچانے کے لئے **اھون البلیتین** کے اصول پر عمل کرتے ہوئے بعض ایسے امور کی اجازت دی جاتی ہے ،لیکن یہ ظاہر ہے کہ ایسے امور کی حیثیت ثانوی اور دفاعی نوعیت کی ہوتی ہے۔

(۵)......علمائے کرام کو ریڈیو اور اخبار کے ذریعے سے بھی باطلین کا دفاع کرنے کی ضرورت ہے، مگر ریڈیو اور اخبار جس میں تصویر جیسے مسئلہ کا مانع بھی موجود نہیں پھر بھی کماحقہٗ ان ذرائع کو استعمال نہیں کیا جارہا اور ان کی اصلاح پر توجہ مبذول نہیں کی جارہی۔ اس کی طرف بھی توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے، خصوصاً جبکہ پرنٹ میڈیا اور کئی ریڈیو پروگرام بھی پرائیویٹ ہوگئے ہیں۔

فقط۔ واللہ اعلم۔ محمد رضوان۔ ۱۴/ ۵/ ۱۴۲۸ھ۔ دارالافتاء ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

مدیر ادارہ مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم بروز جمعہ نمازِ جمعہ کے بعد مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں ایک عرصہ سے اجتماعی انداز میں لوگوں کے سوالات کے جوابات زبانی طور پر بیان فرماتے ہیں، اور اس کے ذیل میں کئی مفید علمی واصلاحی باتیں بھی بیان فرماتے ہیں، اس نشست کے سوالوں اور جوابوں کے مذاکرہ کو ریکارڈ کرلیا جاتا ہے اب افادۂ عام کے لئے ٹیپ کی مدد سے ان کو نقل کر کے ماہنامہ التبلیغ میں سلسلہ وار شائع کیا جارہا ہے، ملحوظ رہے کہ درج ذیل مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار ستی صاحب نے اور نظرِ ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

(محرم ۱۴۲۵ھ، بروز جمعہ کے سوالات کے جوابات)

ذبح شدہ جانور کے پیٹ سے نکلنے والا بچہ حلال ہے یا حرم؟

سوال: ذبح شدہ جانور کے پیٹ سے اگر مردہ بچہ نکلے تو کیا اس کو ذبح کر کے کھانا درست ہے؟

جواب: جس گابھن جانور کی ولادت قریب ہو اس کو ذبح کرنا بہتر نہیں گو جائز ہے، اس طرح کے جانور کو اگر ذبح کر دیا جائے اور اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلے تو اس کو جنین کہا جاتا ہے۔ پیٹ سے اگر زندہ بچہ اس حالت میں نکلے کہ اس کے اعضاء پورے بن چکے تھے اور روح بھی ڈل چکی تھی اور پوری طرح سے صحیح سالم تھا تو اس کو ذبح کر کے استعمال کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر اس میں جان نہیں پڑی تھی تو اس کو استعمال کرنا جائز نہیں۔ بلکہ اس کو دفن کر دیا جائے (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۷ص ۲۴۶)

گناہ کے کام میں والدین کی فرمانبرداری کرنے کا حکم

سوال: باپ اپنے بیٹے کو گیارھویں (شریف) پر جانے کے لیے مجبور کرے تو بیٹا کیا کرے؟

Idara Ghufran

جواب: یہ سوال مکمل نہیں ہے کیونکہ اس میں مجبوری کی تفصیل نہیں بتائی گئی اس لئے اگر والد صاحب ہاتھ پاؤں جوڑ کر کے زبردستی گاڑی میں بٹھائیں اور زبردستی لے جائیں اور پھر منہ کھول کر کے زبردستی ڈالیں اور کہیں کہ اگر نہیں کھاؤ گے تو شوٹ (Shoot) کردوں گا تو یہ تو مجبوری ہوگئی، مگر ان کا معاملہ تو اس طرح ہے جس طرح بعض تراویح میں قرآن مجید سنانے والے یہ کہتے ہیں کہ جناب ہم تو قرآن سنانے پر خود کچھ نہیں لیتے بس لوگ مجبور کردیتے ہیں ہمیں اس لئے ہم لیتے ہیں تو ان سے اگر پوچھا جائے کہ لوگ کس طرح مجبور کرتے ہیں؟ کیا لوگ آپ سے یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ نے انکار کیا تو سارے کے سارے لوگ آپ سے چپٹ جائیں گے اور آپ کا ایک بال بھی نہیں چھوڑیں گے اور آپ کی تمام بوٹیاں اتار لیں گے اس طرح مجبور کرتے ہیں یا بڑے محبت اور پیار کے ساتھ دیتے ہیں اس محبت اور پیار کو مجبوری سمجھتے ہیں محبت اور پیار مجبوری نہیں ہے اگر باپ محبت و پیار سے یہ کہے کہ بیٹے اس طرح نہیں کیا کرتے بلکہ گیارہوں کھایا کرتے ہیں کیونکہ یہ بہت شریف کام ہے۔ اگر وہ اس طرح سے سمجھائے تو یہ کوئی مجبوری نہیں ہے۔ یوں تو کافر بھی کسی وقت بہکا سکتے ہیں، کہ جناب یہ بڑی اچھی چیز ہے۔ جس طرح شیطان بڑی محبت پیار سے بہکاتا ہے۔ اس کی عمر تو والد صاحب سے بھی زیادہ ہے تجربہ بھی زیادہ ہے، اس کے بہکانے کے طریقے اور تھپکیاں بھی بڑی اچھی اچھی ہیں۔ تو اس کو کوئی بھی یہ نہیں کہے گا، کہ آپ نے ہم کو بہکایا تھا اس لئے ہم نے یہ گناہ کیا تھا۔ بلکہ قیامت کے روز تو یہ کہے گا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

جو ضعیف ہونگے وہ بڑوں کے بارے میں کہیں گے کہ آپ نے ہمیں گمراہ کیا تھا

تو وہ کہیں گے

أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدٰى الآية (سورۂ سبا آیت ۳۲)

کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا بلکہ ہم نے تو صرف دعوت دی تھی لبیک کہنے والے تو آپ ہی تھے اس لئے آپ کا قصور ہے ہمارا کوئی قصور نہیں۔ تو یہی حال یہاں پر ہوگیا۔ اگر باپ حکم بھی دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر باپ گناہ کا یا کفر کا حکم دے تو اطاعت مت کرو، مگر ان کی گستاخی پھر بھی نہ کرو۔ یعنی اگر وہ آپ کو گناہ کا حکم دے رہے ہیں کہ گناہ کرو تو آپ گناہ نہ کریں بلکہ کسی بھی طرح حکمت سے ٹال دیں یا انہیں سمجھائیں اگر وہ سمجھ سکتے ہوں تو اگر نہیں سمجھ سکتے تو صاف کہہ دیں کہ یہ گناہ کا کام ہے اور میں نے یہ

گناہ کا کام اور اللہ کی نافرمانی نہیں کرنی ہے۔تو اس میں کوئی بھی گستاخی نہیں ہے۔اس کے علاوہ حد سے زیادہ نہ بڑھیں ان کے ساتھ، اور تو،تو، میں میں اور بحث مباحثہ نہ کریں ان کے ساتھ۔اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔تو ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے۔اگر مجبوری کوئی خاص قسم کی ہے کہ محفل میں جانے کے لئے مجبور کررہے ہوں وغیرہ اس قسم کی مجبوری ہوتو بتایا جائے۔ہمارے سامنے تو والدین آتے ہیں، اولاد کوئی بھی نہیں آتی۔کہ والدین نے مجبور کردیا۔زیادہ تر والدین آتے ہیں کہ اولاد نے مجبور کردیا، آجکل اولاد والدین کو مجبور کرتی ہے بہت سی چیزوں پر لوگ کہتے ہیں کہ ٹی۔وی (T.V) اس لئے گھر میں آیا کہ بچوں نے مجبور کردیا، بچے دیکھتے ہیں، بچے ضد کرتے ہیں، اس لئے ہم لائے ہیں۔آجکل تو اولاد نے والدین کے سر پر پاؤں رکھے ہوئے ہیں، مجبور تو اولاد کرسکتی تھی والدین کا مجبور کرنا سمجھ نہیں آتا، صرف یہی ہے کہ کسی کے ذہن میں ہو کہ نافرمانی نہیں کرنی چاہیے والدین کی، اس وجہ سے وہ اپنے آپ کو مجبور سمجھ رہا ہو کہ والدین حکم دے رہے ہیں تو یہ غلط فہمی ہے، اصول یہ ہے کہ:

لَاطَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ(مرقاۃ ج ۹ ص ۲۰۹)

مخلوق کی اطاعت کر کے خالق کی نافرمانی کرنا جائز نہیں

مخلوق کی فرمانبرداری اسی حد تک ہے کہ خالق کی نافرمانی لازم نہ آرہی ہو، والدین اگر حکم دیں آپ داڑھی کٹا لو، والدین اگر حکم دیں کہ نماز نہ پڑھو، والدین اگر حکم دیں کہ اپنا لباس ٹخنوں سے نیچے رکھو، والدین اگر حکم دیں ٹائی پہنو، والدین اگر حکم دیں کہ پینٹ شرٹ پہنیں، والدین اگر حکم دیں کہ بال کٹی ہوئی عورت سے نکاح کرو، والدین اگر حکم دیں کہ بے پردہ عورت سے نکاح کرو، تو ان چیزوں میں والدین کی اطاعت نہیں، کیونکہ والدین سے بڑا بھی تو کوئی ہے۔والدین کی اطاعت اس لئے ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔لیکن جہاں اللہ کی نافرمانی لازم آرہی ہو تو وہاں والدین کی اطاعت کوئی نیکی نہیں ہے۔کیونکہ کوئی چیز نیکی اور گناہ اللہ کے دربار میں جانے سے بنتی ہے۔اللہ کے دربار میں وہ عمل گناہ ہو کر پہنچ رہا ہے تو نیکی کسی بھی شکل میں نہیں بن سکتا، چاہے کسی بڑے سے بڑے کی اطاعت کی جارہی ہو۔

زنا سے بچنے کا طریقہ

سوال: زنا سے بچنے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

جواب: زنا سے بچنے کا سیدھا طریقہ تو یہ ہے کہ:

''لَاتَزْنُوْا'' کہ زنا مت کرو۔

اگرکوئی یہ پوچھے کہ مسجد میں جانے کا طریقہ کیا ہے؟ تو اس کو یہی جواب دیا جائے گا، کہ جس طرح آپ پاؤں پر چل کر سینما میں جاتے ہیں یا دور دراز گھومنے پھرنے کے لئے چلے جاتے ہیں وہی طریقہ مسجد میں جانے کا ہے۔جس طرح سے آدمی نقصان دہ چیزوں سے بچتا ہے(مثلاً کہیں جانے سے آدمی کو ہلاکت کا خدشہ ہو یا دشمن بیٹھا ہوا ہو، مار پٹائی کا خدشہ ہو تو کیا وہاں پر بھی کوئی یہ پوچھے گا کہ وہاں جانے سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ یہ طریقہ تو اسے خود آ جائے گا کہ وہ خود وہاں جانا ہی نہیں چاہے گا کوئی طریقہ پوچھے گا طریقہ تو خود بخود آ جائے گا، کہ وہاں جانا ہی نہیں چاہیئے اگر کوئی زنا کا طریقہ پوچھے تب تو بات کہی جاسکتی تھی، بچنے کے لئے یہی طریقہ ہے کہ اس سے بچا جائے کہ آدمی زنا کے قریب نہ جائے اور اس (زنا) کے دواعی (مقدمات) سے بچے، اصل یہ ہے۔

تقاضائے شہوت کے وقت کیا کیا جائے؟

اوراگر کبھی شہوت کا تقاضا ہو تو آدمی اپنے آپ کو ذکر وفکر میں مشغول کرلے، اور توبہ استغفار کرے، موت کو یاد کیا کرے، جنت کی حوروں کو یاد کیا کرے اور اگر کبھی کسی اجنبی عورت پر نظر پڑ جائے تو نظر فوراً ہٹا لے، اور اگر کبھی علیٰحدگی میں کسی اجنبی عورت کے ساتھ اکٹھا ہونے کی نوبت آ جائے تو فوراً وہاں سے بھاگ کھڑا ہو، اور اگر نکاح کی طاقت ہے تو نکاح کرلے، اور اگر نکاح نہیں کرسکتا تو روزہ رکھے شہوت توڑے، نہ نکاح کرے، نہ روزہ رکھے، نہ علیٰحدگی میں عورت کے ساتھ بیٹھنے سے بچے، نہ بدنظری سے بچے، نہ برے خیالات لانے سے بچے اور اس کے بعد پوچھے کہ کوئی طریقہ بتلا دیجئے تو ظاہر ہے کہ اس نے سارے کے سارے طریقے تو منہدم کردئے پھر باقی کونسا طریقہ رہ گیا؟ تو زنا سے بچنے کی تدابیر یہی ہیں کہ جو چیزیں زنا کے دواعی اور مقدمات ہیں ان سے اپنے آپ کو بچائے اور پھر زنا کا جو حلال متبادل ہے یعنی نکاح اس کو اختیار کرے، اور اگر نکاح کی طاقت نہیں تو اللہ کے نبی ﷺ نے حدیث شریف میں فرمادیا کہ وہ شخص کثرت سے روزے رکھے (ملاحظہ ہو: مشکوٰۃ، کتاب النکاح)

ایک اشکال اور اس کا جواب

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم روزے رکھتے ہیں مگر شہوت میں اضافہ ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ادھورا روزہ رکھتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ اتنی کثرت سے روزے رکھے کہ شہوت ٹوٹ جائے، اور آپ

دو تین روزے رکھ کر یہ چاہتے ہیں کہ ہماری شہوت ٹوٹ جائے تو یہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ جب چند روزے رکھ کر آدمی میں کچھ ٹھہراؤ اور یکسوئی پیدا ہوئی، تو اس کے بعد تو تقاضا بڑھے گا کیونکہ جب آدمی روزانہ خالی ہوتا رہے (یعنی اپنی صلاحیت ضائع کرتا رہے) تو اس کے تقاضے تو روزانہ تھوڑے تھوڑے پورے ہو رہے ہیں اور اس وجہ سے شہوت کا تقاضا شدید نہیں ہوگا اور جب روزہ رکھ کر صبح سے شام تک اپنے آپ کو برائیوں سے روکے گا تو شہوت میں ٹھہراؤ آئے گا، اور شہوت ٹھہر جائے گی اور اس کے بعد اس کے استعمال کرنے کا تقاضا ہوگا، لیکن جب کثرت سے روزے رکھے گا تو وہ تقاضا بھی ٹوٹے گا، پہلے شہوت کا غلط استعمال ٹوٹے گا پھر غلط تقاضا ٹوٹے گا، تو دونوں درجوں کو استعمال کرے یعنی کثرت سے روزے رکھے لیکن روزے رکھنے کے بعد ساری کسر نکال نہ دے، یعنی روزہ افطار کرتے وقت (فضول چیزیں ٹکا ٹک وغیرہ) یا ایسی چیزیں جن سے شہوت میں اضافہ ہوتا ہو نہ کھائے، جب وہ بھی کھائی جائیں گی تو ان چیزوں سے تو ظاہر ہے کہ شہوت میں اضافہ ہوگا، جب گلے تک تن کر کھا لیں گے تو وہ کہیں نہ کہیں سے تو نکلنے کا راستہ تلاش کرے گا ہی، اس کو اس مثال سے سمجھنا چاہیے کہ اگر ایک ٹنکی میں پانی موٹر وغیرہ کے ذریعے سے آ تو رہا ہو لیکن نیچے ٹوٹی کے ذریعے سے نکل نہ رہا ہو تو وہ ظاہر ہے کہ اوپر اوور فلو (Over Flow) کے راستے سے باہر نکلے گا اور اس کے روکنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ موٹر کو بند کر دیا جائے۔

اس لئے انسانی خواہشات کے استعمال کے لئے جائز طریقہ یا تو نکاح کا تلاش کیا جائے۔ اور دوسرے ان اشیاء سے بچا جائے جو شہوت کو بڑھاتی ہیں اور غلط استعمال چھوڑے پھر شہوت میں ٹھہراؤ آئے گا۔

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاِبْصَارِ﴾ مولوی طارق محمود

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۱۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالا جانا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دلائل اور براہین سے مقابلہ مشکل ہے، تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلے کے لئے مادی طاقت کا مظاہرہ شروع کردیا۔ یہ ایسا موقعہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آپ کے دشمن، ساری قوم آپ کی مخالف، بادشاہِ وقت نمرود آپ کو تکلیف پہچانے کے درپے اور مقابلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بالکل اکیلے، ہر طرف سے مخالفت، دشمنی کے نعرے، اور نفرت وحقارت کے ساتھ سخت انتقام اور خوفناک سزا کے ارادے رکھتے تھے۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کی بالکل بھی پرواہ نہ تھی اور نہ ہی ان چیزوں کا خوف تھا، وہ بے خوف وخطر، ملامت کرنے والوں کی ملامت سے بے نیاز حق کی دعوت اور ہدایت میں مشغول تھے، البتہ ایسے وقت میں جبکہ تمام مادی سہارے، دنیوی اسباب اور حمایت ونصرت کے ظاہری اسباب ختم ہو چکے تھے۔

مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت بھی ایک ایسا بڑا زبردست سہارا حاصل تھا، جو تمام سہاروں کا سہارا، اور ہر مشکل میں کام آنے والا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کا سہارا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے موقعہ پر اپنے جلیل القدر پیغمبر کو بے یار ومددگار نہ چھوڑا اور دشمنوں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملادیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس دوران انہوں نے ایک مکان میں بند کر دیا تھا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ(سورہ الصافات آیت۹۷)

ترجمہ: ''انہوں نے کہا اس کے لئے ایک جگہ بناؤ اور اس کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالو''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سزا دینے کے لئے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ

میں جلا دیا جائے تاکہ آئندہ کوئی ہمارے معبودوں کو برا بھلا نہ کہے، کیونکہ آگ کے ذریعے انسان کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی جہنمیوں کو سزا دینے کے لئے آگ کا عذاب مقرر فرمایا ہے۔ [1]

نمرود اور اس کی قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سزا کے لئے ایک مخصوص جگہ بنوائی، اور اس میں کئی روز مسلسل آگ دہکائی گئی، اور چالیس روز تک لکڑیوں کے بڑے بڑے شہتیر اس میں ڈالتے رہے، یہاں تک اس آگ میں اتنی شدت پیدا ہوگئی کہ کوئی پرندہ اس کے اوپر سے پرواز نہیں کرسکتا تھا، اور اس آگ کی اتنی شدت تھی کہ کوئی اس آگ کے قریب نہیں جاسکتا تھا، اب ان کو فکر ہوئی کہ اتنی شدت والی آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پھینکنے کے لئے اس آگ کے قریب کیسے جائیں، تو ابلیس ان کے پاس آیا اور ان کو یہ طریقہ بتلایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق (توپ کی طرح پتھر پھینکنے کا ایک آلہ) کے ذریعے سے اس آگ کے اندر پھینک دو۔

زمین اور آسمان کی مخلوقات کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدد کے لئے درخواست کرنا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جانے لگا تو زمین اور آسمان اور اس کے فرشتے، اور ان کی تمام مخلوقات سب چیخ اٹھے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں فریاد کی کہ اے اللہ! آپ کی زمین پر ابراہیم کے علاوہ اور کوئی تیری عبادت کرنے والا نہیں اور اس کو آپ کے دین کی دعوت کی وجہ سے آگ میں جلایا جارہا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدد کرنے کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ اگر وہ تم میں سے کسی سے مدد طلب کرے تو تم اس کی مدد کرلینا اور اگر وہ میرے سوا کسی کو نہ پکارے تو میں اس کو خوب جانتا ہوں اور میں اس کا مددگار رہوں پس اس کے اور میرے درمیان تم حائل نہ ہونا کیونکہ وہ میرا خلیل (دوست) ہے میرے لئے اس کے علاوہ کوئی دوست نہیں، اور میں اس کا معبود ہوں اور میرے علاوہ اس کا کوئی معبود نہیں۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہوا اور پانی کے فرشتے آئے اور ان سے آگ بجھانے کی اجازت طلب کی، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں میرے لئے میرا اللہ ہی کافی

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کا مشورہ دینے والے شخص کا نام تفاسیر میں ''ھیزن'' ملتا ہے، اس کا تعلق فارس سے تھا، اس کو اللہ تعالیٰ نے یہ سزا دی کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا، اور روایات میں آتا ہے کہ یہ قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا چلا جائے گا (ملاحظہ ہو: تفسیر ابنِ کثیر، تفسیرِ طبری، تفسیر روح المعانی سورہ انبیاء آیت ۶۸)

ہے، وہ میرا حال دیکھ رہا ہے، حضرت جبریل امین بھی آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا کہ کیا آپ کو میری کسی مدد کی ضرورت ہے تو میں وہ خدمت سرانجام دوں؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ مدد کی ضرورت تو ہے لیکن آپ کی طرف سے نہیں بلکہ اپنے رب کی طرف سے مدد کی ضرورت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ فِی السَّمَاءِ وَاحِدٌ وَاَنَا فِی الْاَرْضِ وَاحِدٌ اَعْبُدُکَ (رواہ البزار بحوالہ تفسیر ابنِ کثیر)

ترجمہ: ''اے اللہ تو آسمان میں اکیلا ہے اور میں بھی زمین میں اکیلا تیری عبادت کرتا ہوں''

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ کو حکم دیا گیا کہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اپنا اثر نہ کر اور ان کے حق میں ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا، آگ اسی وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> ''آگ کے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بردوسلام (ٹھنڈی اور سلامتی والی ہونے) کی یہ صورت بھی ممکن ہے کہ آگ آگ ہی نہ رہی ہو بلکہ ہوا میں تبدیل ہوگئی ہو، مگر ظاہر یہ ہے کہ آگ اپنی حقیقت میں آگ ہی رہی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آس پاس کے علاوہ دوسری چیزوں کو جلاتی رہی بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جن رسیوں سے باندھ کر آگ میں ڈالا گیا تھا ان رسیوں کو بھی اس آگ ہی نے جلا کر ختم کیا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بدن مبارک تک کوئی آنچ نہیں آئی'' (معارف القرآن ج۶ ص۳۰۲)

بعض تاریخی روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آگ میں سات دن تک رہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مجھے عمر میں کبھی ایسی راحت نہیں ملی جتنی ان سات دنوں میں حاصل تھی (مظہری)

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس معجزانہ واقعہ کا اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے:

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (۶۸) قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (۶۹) وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (سورہ انبیاء آیت ۷۰)

ترجمہ:’’وہ لوگ کہنے لگے کہ ان (ابراہیم) کو آگ میں جلا دو اور اپنے معبودوں کا (اُن سے) بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے (اس وقت) ہم نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا ابراہیم کے حق میں (یعنی نہ ایسی گرم رہ جس سے جلنے کی نوبت آئے اور نہ بہت ٹھنڈی برف ہو جا کہ اس کی ٹھنڈک سے تکلیف پہنچے) اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہی تھی (کہ ہلاک ہو جائیں گے) سو ہم نے اُن ہی لوگوں کو ناکام کر دیا (کہ ان کا مقصود حاصل نہ ہو بلکہ اس کے برعکس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حقانیت کا اور زیادہ ثبوت ہو گیا) [1]

قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ (۹۷) فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ (سورہ الصافات آیت ۹۸)

ترجمہ: ’’کہنے لگے کہ ابراہیم کے لئے ایک آتش خانہ تعمیر کرو (اور اس میں آگ دھکا کر) ان کو اس دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو، غرض ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ برائی کرنا چاہی تھی (کہ یہ ہلاک ہو جائیں گے) سو ہم نے انہی کو نیچا دکھایا‘‘

---

[1] یہاں پر ایک مذہبی انسان کے قلبی اطمینان اور سکون کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کے بردوسلام (ٹھنڈی اور سلامتی والی) ہونے کو اس لئے صحیح اور حقیقت پر مبنی سمجھے کہ اس نے اپنی عقل اور شعور کے ساتھ اس چیز کا اچھی طرح امتحان لے لیا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات وحی الٰہی کی تعلیمات ہیں، اور اس تعلیمات کو لانے والی ہستی یعنی حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ وابستہ ہے، اور یہ کہ حضور ﷺ ہم کو معجزات وحقائق کی جو اطلاعات دیتے ہیں وہ وحی الٰہی ہی کے ذریعے سے ہم کو پہنچاتے ہیں، اور معجزات اور حقائق اگرچہ عقل کے لئے حیران کن تو ہیں لیکن ناممکن نہیں، اس لئے حضور ﷺ کی اس قسم کی خبریں بلاشبہ صحیح اور حق ہیں، اور مذہبی زندگی میں صاف اور سیدھی راہ بھی یہی ہے کہ جس مذہب کی مکمل تعلیمات کو عقل کی کسوٹی پر ہرطرح قابلِ اطمینان پا لیا جائے اس کے بتائے ہوئے چند امور جو عقل کے لئے صرف حیران کن ہو مگر ناممکن نہ ہوں تو فلسفیانہ موشگافیوں کے پڑے بغیر اس پر ایمان لے آیا جائے اور حضور ﷺ کی اس یقینی اور غیر مشکوک اطلاع کو سورج کی روشنی سے زیادہ روشن سمجھا جائے اور اس بات پر یقین رکھا جائے کہ تمام اشیاء میں خواص وتاثیرات پیدا کرنے والے خالق میں یہ بھی قدرت ہے کہ جب چاہے ان اُن اشیاء کو دی ہوئی تاثیر اور خاصہ کو ختم کر دے اور جب چاہے دوسری کیفیت کے ساتھ بدل ڈالے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جسم کا آگ سے محفوظ ہو جانا بغیر کسی مادی واسطہ کے اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے زیرِ اثر تھا اور اس قسم کا عمل پیغمبر کی صداقت اور دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برتری کے لئے کبھی کبھی بتقاضائے حکمت اس کی جانب سے سامنے آ جاتا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں اس کو معجزہ کہا جاتا ہے، اور معجزہ کا تعلق نہ دنیا کے کسی فن سے ہوتا ہے اور نہ ہی معجزہ وسائل واسباب سے پیدا کردہ تدابیر کا محتاج ہوتا ہے، اس لئے معجزہ کو فلسفہ کی موشگافیوں اور مغرب سے متاثرہ عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کے بجائے اس کو خود معجزہ کے ماخذ یعنی وحی کی تعلیمات سے سمجھنا چاہئے۔ (معجزہ پر تفصیلی بحث اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: ماہنامہ التبلیغ جلد۲ شمارہ ۷ ص۳۲ تا ۳۶، وشمارہ ۸ ص۳۰ تا ۳۷، مضمون ’’حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود‘‘ از مفتی محمد امجد حسین صاحب زید مجدہٗ)

(جاری ہے............)

طب و صحت

حکیم محمد فیضان صاحب

طبی معلومات و مشوروں کا مستقل سلسلہ

لُو لگنا (SUN Stroke)

گرم ممالک میں جہاں گرمی زیادہ پڑتی ہے اور عام طور پر ایسے علاقوں میں جہاں کا درجہ حرارت بہت زیادہ ہوتا ہے اکثر گرمی کے موسم میں یعنی جون جولائی کے مہینے میں ہوا کے اندر زہریلا مادہ پیدا ہو جاتا ہے جس کا اثر انسانی جسم میں سرایت کر جاتا ہے اور اس کی وجہ سے خون میں جوش آ جاتا ہے جو دماغ اور حرام مغز کو بری طرح متاثر کر دیتا ہے۔ اس کو لُو لگنا کہا جاتا ہے، جو کہ موذی بیماری ہے۔

اسباب: تیز دھوپ میں ہلکا اور ناکافی لباس پہن کر باہر چلنے پھرنے، ایسے میں ریل کی سواری کرنے، اور گرمی میں سخت محنت اور مشقّت کرنے، سورج میں پائی جانے والی الٹراوائیلٹ شعائیں (ULTRA RAYS) گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت زیادہ دیر تک دھوپ میں بیٹھنے سے، اور سیاہ رنگت کے کپڑے پہننے، آگ کی بھٹّیوں پر آگ کے سامنے کام کرنے، شراب پینے، پانی اور نمکیات کی یک لخت کمی واقع ہونے سے یہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے اور یہ چیزیں اس کے اسباب میں شامل ہیں۔ جدید تحقیق کے مطابق سورج سے دو طرح کی شعائیں نکلتی ہیں جو سطح زمین تک پہنچ سکتی ہیں ان کو UVA-UVB کہتے ہیں۔ ان میں سے UVB (الٹراوائیلٹ۔ بی) ایسی قسم کی شعائیں ہیں جو جلد پر لُو کے اثرات کو مرتب کر کے اسے شدید نقصان پہنچاتی ہیں۔

علامات: عموماً گرمی کی شدت کی وجہ سے مریض کا سر درد کرنے لگتا ہے، سر چکراتا ہے، اور پھر شدید بخار چڑھ جاتا ہے جو بعض اوقات 105F یا اس سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ مریض نہایت کمزوری محسوس کرتا ہے۔ شدت کی پیاس لگتی ہے۔ بار بار پیشاب آتا ہے۔ سخت بے چینی ہوتی ہے۔ چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے دل زور زور سے دھڑکتا ہے۔ بعض اوقات مریض نہایت ضعیف ہو کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔ تمام جسم پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے اور نبض باریک ہو جاتی ہے۔ سانس میں تنگی ہونے کے باعث خرّاٹے کی آواز آتی ہے۔ کبھی ابکائیاں آتی ہیں۔ بے ہوشی کا غلبہ اور کمزوری باقی رہنے کی صورت میں مریض کی موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ اگر طبیعت صحت کی طرف راغب ہو بھی جائے تو بھی مریض کے مکمل صحت یاب ہونے میں کافی عرصہ لگ جاتا ہے۔

علاج: لُو سے متاثرہ مریض کی طرف فوری توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔لہذا اسے جلداز جلد کسی ٹھنڈے اور خوش گوار مقام پر لے جائیں، سر پر ٹھنڈا پانی گرائیں یا ٹھنڈے پانی کی پٹیاں بھگو کر ماتھے پر رکھیں، کچے آم کو گرم راکھ میں بھل بھلا کر یا پانی میں ابال کر اُس کا رس نچوڑ لیں اور اس میں شکر، بھنا ہوا زیرہ، کالی مرچ، پسا ہوا پودینہ نمک اور برف ملا کر چوتھائی تا نصف کپ دن میں تین چار مرتبہ وقفے وقفے سے پلائیں۔نیز پیڑے ۳ تولہ پانی میں گھول کر پلانا بھی مفید ہے۔لو لگنے پر پختہ املی کے گودے کو ہاتھوں اور پیروں کے تلووں پر ملنے سے لو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔قبض کی حالت میں املی ایک تولہ آلو بخارا پانچ دانہ پانی میں جوش دے کر چھان کر پلانا مفید ہے۔ پیاس کی شدت میں تربوز کا پانی گھونٹ گھونٹ پلانا مفید ہے۔لو لگنے پر بیمار کے کپڑے اتار کر برف کے پانی سے اسفنج کریں، یا برف کے پانی میں چادر بھگو کر جسم پر لپیٹیں۔ایسا کم از کم 102 ڈگری بخار آنے پر کریں۔اگر مریض بے ہوش ہو تو ہوش میں لانے کے لئے عرق گلاب، کیوڑہ، برف میں ٹھنڈا کر کے مریض کے منہ اور سینہ پر چھینٹے دیں، اور ان ہی عرقوں میں کافور اور صندل ملا کر سونگھائیں، اگر ممکن ہو تو سر کے بال اتروا دینے چاہئیں۔

لُو سے حفاظتی تدابیر: لُو لگنے میں شربتِ بزوری کا کثرت سے استعمال کرنا مفید ہے۔املی کو پانی میں بھگو کر رکھ دیں کچھ دیر بعد اس کا پانی نچوڑ لیں، یہ پانی پینے سے لو نہیں لگتی۔ پیاز کو بطور سلاد کاٹ کر کھانے کے ساتھ کھانے سے لو نہیں لگتی، لو سے بچنے کے لئے شہتوت کھائیں، چلچلاتی دھوپ میں نکلنا ہو تو الائچی منھ میں رکھنا مفید ہے۔تلسی کے پتوں کا رس چینی سے میٹھا کر کے پینے سے لو سے حفاظت رہتی ہے۔باریک اور ناکافی لباس پہن کر تیز دھوپ میں باہر نہ نکلیں، بوقتِ ضرورت گرمی کے دنوں میں سر کو ڈھانپ کر دھوپ میں نکلیں۔گرمیوں میں ہلکے رنگ کے کپڑے پہنیں۔لو سے بچنے کے لئے پانی اور ٹھنڈے مشروبات کا کثرت سے استعمال رکھیں۔املی اور گڑ 50-50 گرام الگ الگ کورے مٹی کے برتن میں بھگو کر صبح شام مل چھان کر شربت بنا کر خالی پیٹ پینے سے لو لگنے کی بیماری دور ہو جاتی ہے۔ایک گلاس پانی میں ایک لیموں نچوڑ کر حسب ذائقہ پسی ہوئی مصری شامل کر کے پینے سے لو کا اثر کم ہو جائے گا۔

غذا: لُو کے مریض کو جلد ہضم ہونے والی اور نرم غذائیں ساگودانہ کی کھیر، فیرنی، گیہوں کا دلیہ، دودھ چاول، مونگ کی دال کی کھچڑی، ڈبل روٹی دودھ وغیرہ میں سے مریض کو جو پسند ہو کھلائیں۔

پرہیز: لُو کے مریض کو محرک اور گرم غذاؤں سے پرہیز کرائیں گرم مقام پر رہنے، دھوپ میں اور کھلے میدان میں گرمی کے وقت چلنے پھرنے سے احتیاط کرائیں۔صرف ابتدائی گھریلو علاج پر اکتفاء کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔اس لئے ضرورت پڑنے پر مستند ماہر معالج سے بھی رجوع فرمائیں۔

اخبار ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□...... جمعہ ۱۶/۲۳/ ربیع الثانی و یکم/۸/۱۵/ جمادی الاولیٰ کوحسبِ معمول تینوں مسجدوں میں وعظ ومسائل کی نشستیں ہوئیں، جمعہ ۸/ جمادی الاولیٰ کو بندہ امجد سفر پر تھا، مسجدِ نسیم میں جمعہ مولوی امتیاز احمد نے پڑھایا۔

□...... جمعہ ۱۵/ جمادی الاولیٰ حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خانصاحب دامت برکاتہم نے مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار راولپنڈی میں جمعہ سے قبل بیان فرمایا اور جمعہ کی نماز پڑھائی اور بعد جمعہ اصلاحی بیان بھی فرمایا، اس کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف دامت برکاتہم نے حضرت مدیر کی قیام گاہ پر کھانا تناول فرمایا اور کچھ دیر قیام کے بعد اپنے میزبان کے ہاں اسلام آباد تشریف لے گئے، حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف جن کو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے براہِ راست شرفِ بیعت حاصل ہے، اپنی ایک تازہ تصنیف کی تیاری کی غرض سے اسلام آباد میں مقیم ہیں، اور آپ کی اس کتاب کی کمپوزنگ ادارہ غفران میں ہورہی ہے۔

□...... جمعہ ۲۳/ ربیع الثانی و ۸/ جمادی الاولیٰ کوحسبِ معمول پندرہ روزہ فقہی نشستیں ہوئیں۔

□...... ہفتہ ۲/ جمادی الاولیٰ کو ادارہ غفران کے شعبہ کتب میں شش ماہی امتحانات کا آغاز ہوا۔

□...... ہفتہ ۹/ جمادی الاولیٰ کو ادارہ کے باورچی جناب عثمان صاحب کچھ درپیش ذاتی مشاغل ومسائل کی وجہ سے ملازمت سے مستعفی ہوکر چلے گئے۔

□......اتوار ۱۸/۲۵/ ربیع الثانی و ۱۰/ جمادی الاولیٰ کو بعد ظہر طلبۂ کرام کی بزمِ ادب اور بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہی، البتہ اتوار ۳/ جمادی الاولیٰ کو امتحانات کی وجہ سے بزمِ ادب نہیں ہوئی۔

□......اتوار ۳/ جمادی الاولیٰ کو شعبہ جات حفظ وناظرہ وقاعدہ، بنین وبنات کے امتحانات ہوئے۔

□......اتوار ۱۰/ جمادی الاولیٰ کو بعد مغرب یومِ والدین کا ماہانہ جلسہ ہوا، اس موقعہ پر حضرت مدیر دامت برکاتہم نے بیان فرمایا، اور والدین کو اولاد کی تربیت کے متعلق کئی فکر انگیز پہلوؤں کی طرف متوجہ کیا، بیان کے بعد ششماہی امتحانات کے نتائج بھی اس موقع پر سنائے گئے۔

□......سوموار ۱۲/ ربیع الثانی کو حضرت مدیر دامت برکاتہم جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں دوروزہ فقہی اجلاس میں شرکت کی غرض سے کراچی تشریف لے گئے، اجلاس سے فراغت پر آپ نے دارالعلوم کراچی حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں ہفتہ بھر قیام فرمایا، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب سے آپ کا اصلاحی تعلق ہے

□...... بدھ ۱۴/۲۱/۲۸/ ربیع الثانی و ۱۳/ جمادی الاولیٰ بعد ظہر طلبۂ کرام کے لیے ہفتہ وار اصلاحی بیانات کی مجالس ہوتی رہیں

□...... بدھ ۶/ جمادی الاولیٰ کو امتحانات کی تکمیل پر طلبہ کو کچھ نصائح وہدایات دے کر اس مجلس میں بدھ کی ظہر سے جمعہ کی شام تک دودن کی چھٹی دیدی گئی۔

﴿بقیہ صفحہ ۹۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

29 / اپریل 2007ء بمطابق، 11 ربیع الثانی 1428ھ: پاکستان: چارسدہ وزیر داخلہ کے جلسے میں خودکش دھماکہ، 35 جاں بحق، شیرپاؤ اوران کے بیٹے سمیت 60 زخمی، **30 / اپریل:** پاکستان: شمالی وزیرستان ایف سی کیمپ پر حملہ جوان جاں بحق، جوابی فائرنگ سے 3 حملہ آور مارے گئے، **یکم مئی:** افغانستان: ہرات: امریکی فوج کی فائرنگ بمباری، 136 شہری جاں بحق، **2 مئی:** پاکستان: صدارتی ریفرنس کی سماعت حفاظتی انتظامات سخت سینکڑوں گرفتار، ڈپٹی اٹارنی جنرل مستعفی پاکستان: اسلام آباد: بلیو ایریا کے پلازے میں آتشزدگی بینک آف خیبر اور 5 دکانیں خاکستر **3 مئی:** پاکستان: اسلام آباد پولیس اور مظاہرین میں تصادم درجنوں زخمی پنجاب اور سرحد کا زمینی رابطہ معطل رہا **4 مئی:** پاکستان: جسٹس افتخار چوہدری کے وکلاء نے دلائل مکمل کر لئے، سماعت دو ہفتوں کے لئے مؤخر کرنیکی درخواست مسترد، مزید کارروائی 9 اور 10 مئی کو ہوگی، سپریم جوڈیشل کونسل پاکستان: افتخار چوہدری کے خلاف صدارتی ریفرنس کی سماعت وکلاء اوراپوزیشن کا احتجاج جاری، سرحد کے ڈپٹی ایڈووکیٹ جنرل محمد شریف مستعفی پاکستان: ایل پی جی کی قیمتوں میں اڑھائی روپے فی کلو اضافہ، کمرشل سلینڈر 109 روپے مہنگا ہوگیا، **5 مئی:** پاکستان: بجلی کی بچت کے لئے پیر سے بازار رات آٹھ بجے بند کرنے کا فیصلہ فیصلے کا اطلاق ویک اینڈ پر نہیں ہوگا پاکستان: میرعلی فوجی قافلے پر گرنیڈ حملہ، 7 جوان زخمی، سیکورٹی سخت کردی گئی **6 مئی:** پاکستان: اسلام آباد سے لاہور تک جسٹس افتخار کا تاریخی استقبال سعودی عرب: گورنر مکۃ المکرّمہ شہزادہ عبدالماجد بن عبدالعزیز انتقال کر گئے، **7 مئی:** پاکستان: ایوبیہ سے راولپنڈی آنے والی کوسٹر کو حادثہ، 26 افراد جاں بحق 3 زخمی **8 مئی:** پاکستان: سپریم کورٹ نے جوڈیشل کونسل کی کارروائی روک دی، مزید سماعت کے لئے فل کورٹ بنایا جائے گا، لارجر بنچ کا فیصلہ **9 مئی:** پاکستان: جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے کی سربراہی میں 14 رکنی فل کورٹ تشکیل دے دیا گیا، جسٹس افتخار چوہدری کی آئینی درخواست کی سماعت 14 مئی سے روزانہ ہوگی **10 مئی:** پاکستان: صدارتی ریفرنس پر بحث، نعرے ممنوع، خلاف ورزی پر توہین عدالت ہوگی، سپریم کورٹ **11 مئی:** پاکستان: اقتصادی رابطہ کمیٹی کا اجلاس، دکانیں رات 9 بجے تک کھلی رکھنے کا فیصلہ، دالوں کی برآمد پر پابندی عائد عالمی طاقتیں مسلم امۃ میں انتشار پھیلانا چاہتی ہیں، شوکت عزیز **12 مئی:** پاکستان: خبروں کی اشاعت پر پابندی خطرے کی گھنٹی ہے، میڈیا کو سپریم کورٹ کا ہدایت نامہ تشویشناک ہے، سی پی جے **13 مئی:**

Idara Ghufran

پاکستان: جسٹس افتخار کی سندھ بار سے خطاب کے بغیر واپسی کراچی میں دن بھر لاشیں گرتیں رہیں، 34 جاں بحق، سینکڑوں زخمی ✍ **14 مئی**: پاکستان: ایم کیو ایم کے خلاف احتجاجی مظاہرے، کراچی میں ہنگامے جاری، مزید 6 جاں بحق، رینجرز کو شرپسند عناصر پر فائرنگ کا اختیار دے دیا گیا ✍ **15 مئی**: پاکستان: اسلام آباد: سپریم کورٹ کے ایڈیشنل رجسٹرار حماد رضا قتل ✍ **16 مئی**: پاکستان: مسلمانوں کے خلاف نفرت اور امتیازی سلوک روکا جائے، غیر ملکی افواج عراق سے جلد نکل جائیں اعلانِ اسلام آباد، ✍ **17 مئی**: پاکستان: سپریم جوڈیشل کونسل آئینی مسئلے پر فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں سپریم کورٹ ✍ **18 مئی**: پاکستان: عالمی برادری اسلام کے خلاف نفرت آمیز سلوک بند کرے، او آئی سی وزرائے خارجہ کانفرنس کا اعلامیہ ✍ **19 مئی**: پاکستان: آندھی اور بارش سے تباہی، 22 جاں بحق، 164 سے زائد زخمی ✍ **20 مئی**: پاکستان: عدالتی حکم پر متحدہ قومی موومنٹ، حکومت سندھ اور پولیس افسران کے خلاف مقدمہ درج ✍ حجاج کے لئے ٹرین سروس شروع کرنے کا اعلان، منصوبہ 3 سال میں مکمل ہو جائے گا، شیخ رشید ✍ **21 مئی**: پاکستان: لال مسجد انتظامیہ اور حکومت کے درمیان کشیدگی میں اضافہ، آپریشن کے سائے منڈلاتے رہے، ہسپتالوں کے عملے اور پولیس کو الرٹ کر دیا گیا، طلباء نے پوزیشنیں سنبھال لیں ✍ **22 مئی**: امریکہ: عراق پر حملہ سنگین غلطی تھی، امریکی جمہوریت کی بنیادوں میں دراڑیں پڑ گئیں، سابق نائب صدر الگور ✍ **23 مئی**: پاکستان: شمالی وزیرستان میں سیکورٹی فورسز کا آپریشن 4 افراد جاں بحق، امن کمیٹی نے حکومت سے تعاون ختم کرنے کا اعلان کر دیا ✍ **24 مئی**: پاکستان: آٹے کی قیمتوں میں اضافے کا نوٹس، گندم کی برآمد پر فوری پابندی کا فیصلہ ✍ **25 مئی**: پاکستان: وزیر اعظم کی زیرِ صدارت اعلیٰ سطحی اجلاس چنے کی برآمد پر بھی پابندی عائد ✍ **26 مئی**: پاکستان: پنجاب بھر میں پانچویں کے امتحانات متاثر، اساتذہ نے بچوں سے زبردستی پرچے چھین لئے لڑائی جھگڑے، امتحانی عمل میں رکاوٹ ڈالنے پر درجنوں ٹیچرز گرفتار ✍ **27 مئی**: عراق میں حملے جاری 3 امریکیوں سمیت 32 ہلاک 75 زخمی ✍ **28 مئی**: پاکستان: ایٹمی دھماکوں کے 9 برس مکمل، ملک بھر میں یوم تکبیر کے نام سے تقاریب کا اہتمام ✍ **29 مئی**: پاکستان: باہم شادی کرنے والی شہرینہ طارق اور شمائل راج کو قید اور جرمانے کی سزا ڈاکٹروں کے خلاف مقدمے کے اندراج کا حکم ✍ **30 مئی**: پاکستان: الشیخ عبدالرحمٰن السدیس کا لاہور پہنچنے پر پرتپاک استقبال، مسلمان متحد ہو کر اسلام کے خلاف سازشوں کو ناکام بنا سکتے ہیں، امام کعبہ ✍ پشاور ہائی کورٹ کے قریب کار بم دھاکہ، 1 جاں بحق، 7 زخمی، ہائیکورٹ روڈ ڈسٹرکٹ بار کا ہڑتال کا اعلان ✍ **31 مئی**: پاکستان: امام کعبہ کی اقتداء میں ڈھائی لاکھ افراد نے فجر اور مغرب ادا کی، امت مسلمہ کو فتنوں کا سامنا ہے، متحد ہو کر مقابلہ کرے، شیخ عبدالرحمٰن السدیس

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۶ ''اخبارِ ادارہ''﴾

□...... بدھ ۲۱/ ربیع الثانی کو حضرت اقدس مدیر دامت برکاتہم کی کراچی سے واپسی ہوئی۔

□...... بدھ ۲۸/ ربیع الثانی کو بعد ظہر حضرت اقدس مدیر دامت برکاتہم کی خوشدامن صاحبہ کا انتقال پرملال ہوا، موصوفہ سال بھر سے کینسر کی مریضہ تھیں، کافی علاج ومعالجہ بھی جاری رہا، بعد عشاء ۱۰ بجے آپ کا جنازہ حضرت مدیر دامت برکاتہم نے پڑھایا اور کری روڈ قبرستان میں تدفین ہوئی۔ آپ عابدہ زاہدہ، شبِ زندہ دار، پارسا خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں اور غریقِ رحمت فرمائیں۔ قارئین سے بھی دعاؤں کی گذارش ہے۔

□...... جمعرات ۱۴/ جمادی الاولیٰ ظہر بعد حضرت مولانا حافظ ڈاکٹر تنویر احمد خانصاب دامت برکاتہم (خلیفہ مجاز حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاب جلال آبادی رحمہ اللہ) ادارہ میں تشریف لائے، اور حضرت مدیر مع والدہ محترمہ کے حضرت ڈاکٹر حافظ صاحب موصوف دامت برکاتہم کی معیت میں حضرت نواب محمد عشرت علیخان قیصر صاحب دامت برکاتہم کے دولت خانہ پر اسلام آباد تشریف لے گئے، اور بعد عصر حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ دولت خانہ پر طویل نشست ہوئی، اس نشست میں حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی اور جناب ھارون محمود (ابنِ جناب حاجی محمود مرحوم) بھی شریک تھے، مغرب سے قبل واپسی ہوئی۔

Chain of Useful Islamic Information

Quranic Prayers During Manses

By Abrar Hussain Satti

Q. we do know that a woman , during her monthly periods, is forbidden from performing Salah and from recitation of the Holy Qu'ran. But we want to confirm wgether the Arabic prayers and the "Tasbihat"are also prohibited for a woman during her monthly periods?Please also tell us about the "Durood Sharif "whether it is allowed or not.(Yasmin Naseem Karachi)

Ans: only four kinds of "Ibadah"(worship) are prohibited for a woman during her monthly periods,

(i) Salah (Namaz)
(ii) Fast
(iii) Tawaf of the Ka'bah
(iv) (iv) Recitation of the Holy Qu'ran

All other forms of worship are allowed for her She can recite any dhikr or Tasbih.She can recite durood sharif (salah on the Holy Prophet (S.A.W).She can also supplicate in the ever language she wishes.Even the Arabic supplications of the Holy Propher (S.A.W) are allowed, with the intention of du'a,(prayer)not of tilawah(recitation).For example the Surah

al Fatihah consists of certain prayers. If a woman recites the Sura al Fatihah in order to receive the reward of recitation only, it is not allowed for her.But if she recites the Sura al Fatihah as a prayer with a clear intention to supplicate , it is permissible for her even during her monthly periods. The same is true is with other prayers and supplications found in the Holy Quran. (Selected from “contemporary fatawaa” page No.74)